حال احوال

تاریخ وار ملکی اور غیر ملکی زرعی خبریں

ستمبر تا دسمبر 2018

جس کھیت سے دہقاں کو میسر نہ ہو روزی
اس کھیت کے ہر خوشہ گندم کو جلا دو

روٹس فار ایکوٹی

حال احوال

تاریخ وار ملکی اور غیر ملکی زرعی خبریں

ستمبر تا دسمبر 2018

مدیر

عذرا طلعت سعید

ترجمہ و ترتیب

جنید احمد

فدا حسین

آصف رضا

خالد حیدر

روٹس فار ایکوٹی

فہرست مضامین

عنوان	صفحہ نمبر
مخففات	viii
نکتہ نظر	xi
الف۔ ملکی زرعی خبریں	1-86
I زرعی پیداواری وسائل	1-17
زمین	1
پانی	7
کسان مزدور	15
متفرق	16
II زرعی مداخل	17-25
روایتی طریقہ زراعت	17
صنعتی طریقہ زراعت	18
بیج	19
کھاد	21
زرعی مشینری	23
زرتلافی	23
زرعی قرضے	24
زرعی محصول	25

III۔ غذائی فصلیں، پھل سبزی، نقد آور فصلیں و اشیاء	25-36
غذائی فصلیں	26
نقد آور فصلیں	28
اشیاء	36
IV۔ مال مویشی، ماہی گیری اور مرغبانی	37-39
مال مویشی	37
ماہی گیری	38
V۔ تجارت	39-45
برآمدات	39
درآمدات	43
VI۔ کارپوریٹ شعبہ	46-53
کھاد کمپنیاں	46
کارپوریٹ لابی	46
VII۔ بیرونی امداد	53-55
عالمی بینک	53
ایشیائی ترقیاتی بینک	54
آسٹریلوی امداد	55
VIII۔ پالیسی	55-63
پانی	57
پیداوار	58
نیولبرل پالیسیاں	59
بین الاقوامی معاہدے	62

تحقیق وٹیکنالوجی	62
IX۔ ماحول	63-66
زمین	63
پانی	65
آلودگی، صحت وتحفظ	66
X۔ موسمی تبدیلی	66-72
موسمی بحران	67
XI۔ غربت اور غذائی کمی	72-79
غربت	72
غذائی کمی	74
XII۔ قدرتی بحران	79-80
زلزلہ	79
برفانی تودے	80
XIII۔ مزاحمت	80-86
زمین	80
مداخل	81
پانی	82
پیداوار	83
ماہی گیری	86

ب۔ بین الاقوامی زرعی خبریں	87-99
I۔ زرعی پیداواری وسائل	87-88
زمین	87
پانی	87
II۔ زرعی مداخل	88
صنعتی طریقہ زراعت	88
III۔ غذائی فصلیں، پھل سبزی، نقد آور فصلیں و اشیاء	89-90
اشیاء	89
IV۔ مال مویشی، ماہی گیری اور مرغبانی	90
V۔ تجارت	90-91
برآمدات	90
VI۔ کارپوریٹ شعبہ	91
زرعی کیمیائی کمپنیاں	91
VII۔ بیرونی امداد	91-92
VIII۔ پالیسی	92
IX۔ ماحول	93-94
پانی	93
فضاء	93
X۔ موسمی تبدیلی	94-95
موسمی بحران	95
XI۔ غربت اور غذائی کمی	95-96
غربت	95

غذائی کمی	96
XII۔ قدرتی بحران	97-98
بارشیں رطوفان	97
سونامی	98
زلزلہ	98
XIII۔ مزاحمت	98-99

مخففات

ADB	Asian Development Bank
APMPEA	All Pakistan Meat Processors and Exporters Association
APTMA	All Pakistan Textile Mills Association
BAP	Balochistan Awami Party
BARS	Barani Agriculture Research Station
BISP	Benazir Income Support Programme
BMP	Businessmen Panel
BNPMC	Balochistan Nutrition Programme for Mother and Children
BRI	Belt and Road Initiative
BWRDSP	Balochistan Water Resources Development Sector Project
CCAC	Cotton Crop Assessment Committee
CCI	Council of Common Interest
CEMB	Centre of Excellence in Molecular Biology
CPEC	China Pakistan Economic Corridor
DFAT	Department of Foreign Affairs and Trade
DFID	Department for International Development
FAO	Food and Agriculture Organization
FBR	Federal Board of Revenue
FCA	Federal Committee on Agriculture
FFBL	Fauji Fertilizer Bin Qasim Limited
FFC	Fatima Fertilizer Company Limited
FPCCI	Federation of Pakistan Chambers of Commerce and Industry
FRC	Fertilizer Review Committee
GAM	Global Acute Malnutrition
GCF	Green Climate Fund
GHQ	General Head Quarter
GST	General Sales Tax
HANDS	Health and Nutrition Development Society
HBS	Heinrich Boll Stiftung
HDI	Human Development Index

HZAU	Huazhong Agricultural University
IFC	International Finance Corporation
IFPRI	International Food Policy Research Institute
IMF	International Monetary Fund
IRSA	Indus River System Authority
ISPR	Inter Services Public Relations
MCCI	Multan Chamber of Commerce and Industry
NFDC	National Fertilizer Development Centre
NHA	National Highway Authority
NHSR&C	National Health Services Regulation and Coordination
OICCI	Overseas Investors Chamber ofCommerce andIndustry
PAAPAM	Pakistan Association of Automotive Parts & Accessories Manufacturers
PASSCO	Pakistan Agricultural Storage and Services Corporation
PDMA	Provincial Disaster Management Authority
PFA	Punjab Food Authority
PFMA	Pakistan Flour Mills Association
PMSA	Pakistan Maritime Security Agency
PPA	Pakistan Poultry Association
PSDP	Public Sector Development Program
PSMA	Pakistan Sugar Mills Association
REAP	Rice Exporters Association of Pakistan
SAB	Sindh Abadgar Board
SAP	Seed Association of Pakistan
SARC	Sindh Agriculture Research Council
SCA	Sindh Chamber of Agriculture
STOFA	Sindh Trawlers Owners and Fishermen Association
SUN-CSA	Scaling Up Nutrition Civil Society Alliance
UAF	University of Agriculture Faisalabad
UNDP	United Nations Development Programme
UNICEF	United Nations International Children's Fund
UVAS	University of Veterinary & Animal Sciences
WAPDA	Water and Power Development Authority
WFP	World Food Programme

WHO	World Health Organization
WMO	World Meteorological Organization
WTO	World Trade Organization
WWF-P	World Wide Fund for Nature Pakistan

آپ کی سہولت کے لیے

ایک ملین	=	1,000,000	=	دس لاکھ
دس ملین	=	10,000,000	=	ایک کروڑ
ایک بلین	=	1,000,000,000	=	ایک ارب
دس بلین	=	10,000,000,000	=	دس ارب
سو بلین/ٹریلین	=	1,000,000,000,000	=	ایک کھرب
ایک ہیکٹر	=	2.471 ایکڑ		
ایک ٹن	=	1,000 کلوگرام	=	25 من

نکتہ نظر

سال کے آخری چار ماہ کی خبروں سے واضح طور پر عیاں ہے کہ زرعی زمین پاکستانی معیشت اور سیاست میں نہایت اہم کردار ادا کرتی ہے۔ زمینی حقوق، زمین سے بیدخلی، زمینی قبضے پر کئی خبریں دیکھی جاسکتی ہیں۔ ایک طرف حکومت پاکستان یہ انتباہ دیتی نظر آرہی ہے کہ غیر قانونی زمینی قبضے عام ہیں اور ملک کے سب سے بڑے صوبے پنجاب کے چیف سیکریٹری اکبر حسین درانی کا بیان ہے کہ ''حکومت صوبے بھر میں زمینوں پر قبضہ کرنے والوں کے خلاف بلاامتیاز کارروائی کرے گی'' چیف سیکریٹری کا یہ بھی کہنا تھا کہ محکمہ جنگلات، اوقاف اور دیگر محکموں کی ہزاروں ایکڑ سرکاری زمین پر قبضہ ہے۔ سندھ کے حوالے سے بھی کچھ ایسی ہی خبریں تحریر ہوئی ہیں۔ وزیر جنگلات سندھ سید ناصر شاہ کے مطابق محکمہ جنگلات کی 3,360,000 ایکڑ زمین میں سے 149,245 ایکڑ زمین پر غیر قانونی قبضہ ہے۔ ان قبضہ گیروں کی تعداد ہزاروں میں ہے۔ اگر ہم حال احوال کے پچھلے شمارے پر نظر ڈالیں تو یہ یاد دہانی ضروری ہے کہ غیر قانونی زمینی قبضے ریونیو ریکارڈ میں تبدیلی کروا کر کیے گئے تھے جس میں حکومتی نمائندے خود ملوث تھے۔

زمینی قبضے کے حوالے سے کچھ اور خبریں بھی قابل ذکر ہیں مثلاً خیبر پختونخوا کابینہ نے ضلع سوات میں فوجی چھاؤنی کی تعمیر کے لیے 19 کنال جنگلات کی زمین فوج کو دینے کے لیے قوائد میں نرمی کا فیصلہ کیا ہے جبکہ قوائد کے مطابق ایسا نہیں ہوسکتا ہے۔ کچھ ایسی ہی خبر بلوچستان سے بھی ہے کہ جہاں حکومت بلوچستان نے غیر ملکی سرمایہ کاروں کو پٹے پر زمین دینے کے لیے لینڈ لیز پالیسی کا اعلان کردیا ہے۔ پٹے پر زمین دینے کی مدت کا تعین بعد میں کیا جائے گا۔ اگر غیر ملکی خبروں پر نظر ڈالیں تو بھی یہی سمجھ میں آتا ہے کہ زمین کے اصل وارث ہاری و کسان کی جگہ اشرافیہ طبقہ کو فوقیت دینے کے لیے قوانین اس طرح وضع کیے جارہے ہیں کہ کسان زمین پر اپنے رواجی حقوق (customary rights) سے ہاتھ دھو بیٹھے اور سرمایہ داری نظام کے تحت بنائے گئے قوانین کسان کو ''قانوناً'' ملزم قرار دیتے ہوئے زمین سے بیدخل کردیں۔ شاید یہی وجہ ہے کہ پاکستان میں بھی زمینی ریکارڈ کے انتظام کے لیے ترجیحی بنیادوں

پر مراکز قائم کیے جا رہے ہیں۔

یہ یاد رہے کہ حال احوال کے 2018 کے دیگر شماروں میں چین پاکستان اقتصادی راہداری منصوبہ (سی پیک) سے جڑے زمینی تنازعات کا اکثر ذکر تھا۔ ان آخری چار ماہ کی خبریں بھی سی پیک منصوبہ کی وجہ سے پاکستان کی سرزمین اور عوام، خاص کر زرعی شعبہ کے لیے بڑے سنگین مسائل کی طرف نشاندہی کررہی ہیں۔ سی پیک نا صرف اندرونی سیاسی و معاشی مسائل بلکہ غیر ملکی، سیاسی و معاشی تنازعات کا سبب بن سکتا ہے۔

ملکی مسائل کے حوالے سے سب سے پریشان کن خبر بلوچستان سے ہے۔ بلوچستان کی حکمران جماعت بلوچستان عوامی پارٹی نے وفاقی وزیر منصوبہ بندی و ترقی خسرو بختیار کا حوالہ دیتے ہوئے کہا کہ مغربی راستہ سی پیک کا حصہ نہیں ہے۔ مزید یہ کہ بلوچستان کی حکومت کو سی پیک کے ترقیاتی منصوبوں کے بارے میں معلومات فراہم نہیں کی گئی ہیں۔ صوبہ بلوچستان وفاقی حکومت کی ناانصافیوں کو کھل کر پیش کرتا رہا ہے اور اگر واقعی یہ خبر سچ ہے تو بلوچستان کا اس شدید ناانصافی پر بپھرنا غلط نہیں۔ ملک کی بقاء اور امن و امان کے لیے یہ ایک نہایت سنگین مسئلہ ہے اور یقیناً حکومت کو جمہوریت کو فوقیت دیتے ہوئے اس منصوبے کے بارے میں نا صرف مکمل آگاہی بلکہ عوام کی رضا کو اولین فوقیت دینی چاہیے۔

سی پیک کے حوالے سے پی ٹی آئی کی نئی حکومت میں انتشار سا نظر آتا ہے۔ مثلاً وفاقی وزیر اطلاعات و نشریات فواد چوہدری نے بڑھ چڑھ کر بیان دیا کہ سعودی عرب سی پیک میں شراکت دار ہے اور پھر خود اس کی پرزور تردید بھی کردی۔ مزید یہ کہ حکومت کے اعلیٰ مشیر کبھی سی پیک پر تنقید کرتے ہیں اور جواب میں فوجی سربراہ کا بیان سی پیک کو پاکستان کے ''معاشی مستقبل'' سے جوڑتا ہے اور مزید یہ کہا جاتا ہے کہ ''اس کی حفاظت پر کوئی سمجھوتہ نہیں ہوگا''۔ اس میں شک نہیں کہ چین عالمی معیشت و سیاست میں اب ایک نہایت اہم کردار ہے اور شاید یہی وجہ ہے کہ اس منصوبے میں سعودی عرب شرکت دار بننا چاہ رہا ہے۔ اس منصوبے کے خلاف پاکستان میں کام کرنے والی بین الاقوامی کمپنیوں کے ترجمان ادارے اورسیز انوسٹرز چیمبر آف کامرس اینڈ انڈسٹری نے بھی ایک بیان دیا ہے جس میں سی پیک کو نشانہ بنایا گیا ہے۔ اس ادارے جس میں کئی غیر ملکی دیو ہیکل کمپنیاں مثلاً 3 ایم (3M)، ایبٹ لیبارٹریز، اے بی بی شامل

ہیں، کا مشورہ ہے کہ پاکستان سی پیک اور آزاد تجارتی معاہدوں پر نظر ثانی کرے تاکہ تمام شراکت داروں کے لیے یکساں مواقع دستیاب ہوں۔

اوپر بیان کردہ معاملات ایک کھلا ثبوت ہیں کہ آنے والے عرصے میں سی پیک نا صرف پاکستان میں بلکہ عالمی سطح کی سیاست میں ایک اہم کردار ادا کرے گا۔ پاکستانی عوام کے لیے یہ ایک لمحہ فکریہ ہے۔خصوصاً اس حوالے سے بھی کہ سی پیک کے تحت ایک نئے منصوبہ پر بھی دستخط ہونے کی خبریں ہیں، جس کے تحت اس معاہدے کا مقصد زرعی شعبہ میں سرمایہ کاری کے ذریعہ اضافی پیداوار چین کی بڑھتی ہوئی آبادی کے لیے برآمد کرنا ہے۔ اس معاہدے کے تحت چینی سرمایہ کاری کی اجازت ہوگی لیکن ''ہوسکتا ہے کہ انہیں زمین خریدنے کی اجازت نہ دی جائے''۔ جنوری تا اپریل، 2017 کے حال احوال میں سری لنکا میں چینی سرمایہ کاری کے تحت بندرگاہ پر 99 سال تک چینی اختیارات کی خبر کی یاددہانی ضروری ہے۔ اس کے علاوہ ایکواڈور بھی چین سے قرضہ حاصل کرنے کے بعد اب مجبور ہے کہ اپنے تیل کی پیداوار کا 80 فیصد حصہ چین کو قرضوں کی واپسی کی مد میں فراہم کرے۔ یعنی اگر پاکستان قرض کے بوجھ میں دب کر واجبات ادا نہ کرسکا تو پھر کل کو کیا ہم بھی سری لنکا اور ایکواڈور کی طرح اپنے ملک کے حصے یا پیداوار چین کے اختیار میں دے دیں گے؟ اور ہماری خوراک کی خود مختاری کا کیا ہوگا؟ ان چار ماہ کی خبروں میں پاکستان کے چاروں صوبوں میں بھوک اور غربت کے حوالے سے شدید پریشان کن صورتحال سامنے آئی ہے۔ وزارت نیشنل ہیلتھ سروسز، ریگولیشن اینڈ کوآرڈینیشن کی ایک تحقیق کے مطابق پاکستان میں 23 ماہ کی عمر کے صرف 15 فیصد بچوں کو ہی موثر نشو و نما کے لیے (مقرر کردہ) لازمی خوراک کی کم سے کم مقدار میسر ہے۔ 78 فیصد بچوں کو ضروری مقدار میں موزوں خوراک میسر نہیں ہے۔غربت اور طبی سہولیات تک محدود رسائی کی وجہ سے دو سال سے کم عمر بچے انڈہ، گوشت، فولاد اور وٹامن اے جیسی بھرپور خوراک سے محروم ہیں۔

سرکاری اعداد و شمار کے مطابق سندھ کے ضلع سانگھڑ جہاں تیل اور گیس جیسے معدنی وسائل کی کوئی کمی نہیں وہاں 53 فیصد بچے غذائی کمی کا شکار ہیں، افسوس کے یہ شرح صوبے میں مجموعی طور پر غذائی کمی سے شکار بچوں کی شرح 48 فیصد سے بھی زیادہ ہے۔تھر کے حالات تو پہلے ہی کئی سالوں سے جاری

خشک سالی اور حکومت کی عدم توجہی کے نتیجے میں بد سے بدتر ہوتے جارہے ہیں۔ اگر بلوچستان کی طرف دیکھیں تو ہمارے حکمرانوں کے ظلم کی داستان نہایت واضح ہوجاتی ہے۔ سیکریٹری محکمہ صحت بلوچستان صالح محمد ناصر کے مطابق ''بدقسمتی سے صوبے کے 44 فیصد بچے نشو و نما میں کمی اور تقریباً آدھے گھرانے بھوک یا غذائی عدم تحفظ کے شکار پائے گئے ہیں''۔ یہ لکھنا لازم ہے کہ ان حالات کا ''قسمت'' سے کوئی تعلق نہیں، دراصل یہ حکومت کی طرف سے وہ مجرمانہ غفلتیں ہیں جن کا خمیازہ اس ملک کے معصوم بچوں سمیت بڑی تعداد میں عوام بھگت رہے ہیں۔

حکومت اپنی فیصلہ سازی میں سنبھل جائے تو پھر بھی حالات بدل سکتے ہیں۔ لیکن ایک طرف چینی سامراج ملک پر حاوی ہے اور دوسری طرف یورپی اور امریکی سرمایہ دارانہ پالیسیاں ملک کو لوٹنے پر تلی ہیں۔ عوام میں شدید بھوک اور غذائی عدم تحفظ کے لیے کیا نسخہ پیش کیا جارہا ہے؟ یہ نسخہ یقیناً امریکی اور یورپی لوٹ کھسوٹ کرنے والی کمپنیوں کا تیار کیا ہوا ہے جو اضافی غذائیت پر مبنی اجزاء کے علاوہ تیار غذائی کھانوں کی شکل میں پیش کیا جارہا ہے۔ انہیں زبردستی عوام پر مسلط کرنے میں پیش پیش وہ ادارے ہیں جو مغربی سرمایہ داری کے سب سے بڑے آلہ کار ہیں۔ ان میں صف اول پر یقیناً اقوام متحدہ کا ادارہ ورلڈ فوڈ پروگرام ہے لیکن کئی دیگر ادارے بھی ہیں جن میں اقوام متحدہ کا ادارہ برائے خوارک و زراعت (فاؤ) بھی شامل ہیں۔ مزید یہ کہ یورپی اور امریکی امدادی ادارے بھی اضافی غذائیت پر مبنی تیار خوراک کو ملک بھر میں غذائی کمی کی شکار عوام کو فراہم کرتے رہے ہیں۔ مثال کے طور پر محکمہ صحت بلوچستان نے ماں اور بچے کے لیے غذائیت کے منصوبہ کو سات اضلاع کے بعد اب بقیہ 24 اضلاع میں پھیلانے کے لیے کارروائی مکمل کرلی ہے۔ منصوبے کے تحت چھ سے 23 ماہ کے بچوں میں غذائی کمی (مائیکرو نیوٹرنٹ ڈیفیشنسی) دور کرنے کے لیے مصنوعی غذائی اجزاء کی فراہمی جاری ہے۔ اسی طرح کے منصوبوں پر گلگت بلتستان اور سندھ کے کچھ اضلاع میں بھی عمل درآمد ہورہا ہے۔ مزید یہ کہ منصوبہ بندی کمیشن نے غذائی کمی پوری کرنے کے لیے ورلڈ فوڈ پروگرام اور فاؤ کے اشتراک سے 250 آٹا ملوں کے عملے کو آٹے میں اضافی غذائیت شامل کرنے کی تربیت دی ہے۔ اس تربیت میں آٹے میں فولاد، فولک ایسڈ اور زنک شامل کرنے کے لیے ضروری آلات بھی فراہم کیے گئے ہیں۔ اس منصوبے کے تحت پنجاب، سندھ اور خیبر پختونخوا کے 76 گھی

اور تیل بنانے والے کارخانوں کو بھی وٹامن ڈی شامل کرنے کے غرض سے غذائی اجزاء (premix) فراہم کیے گئے ہیں۔ ان ملوں نے 950,000 ٹن گھی اور تیل کی پیداوار کی ہے۔

اب سوال یہ ہے کہ کیا ان اضافی غذائی اجزا یا فوڈ سپلیمنٹس سے اتنی شدید بھوک اور عدم تحفظ خوراک کا سنگین مسئلہ حل ہوسکتا ہے؟ غذائیت فراہم کرنے کا یہ طریقہ جسے فوڈ فورٹیفیکشن کے نام سے جانا جاتا ہے یورپ، امریکہ اور دیگر سرمایہ دار ممالک میں کئی ٹریلین ڈالر پر مبنی صنعت ہے جو منافع خوری میں صف اول میں کھڑی ہے۔ غذائیت میں کمی مصنوعی غذائیت سے پوری نہیں ہوسکتی۔ بلکہ اس مسئلہ کے لیے سب سے پہلے غربت کی بنیادی وجہ بے روزگاری کا خاتمہ اولین ضرورت ہے۔ اس مسئلہ کا حل ایک طرف زرعی زمین کا مساویانہ اور منصفانہ بٹوارا ہے اور دوسری طرف زراعت میں قدرتی طریقہ پیداوار کو اپنانا ہے۔ خوراک سے غذائیت اس لیے ختم ہو کر رہ گئی ہے کہ نئے ہائبرڈ بیج، زہریلی کھاد اور کیڑے مار زہر کے استعمال نے خوراک تو پیدا کردی ہے لیکن یہ خوراک خود ایک زہر ہے۔ شاید یہی وجہ ہے کہ اب بینکوں میں نوکری کرنے والے نوکریاں چھوڑ کر غذائیت سے بھرپور غذا اگانے کی کوشش میں مصروف ہیں۔ ایک طرف یہ اعلیٰ طبقہ اپنے جیسے خاندانوں کے لیے بہتر معیاری خوراک بھی پیدا کررہا ہے اور ساتھ ساتھ اس سے مزید منافع کمانے کے طریقے بھی ڈھونڈ رہا ہے۔ یہ خیال رہے کہ ایشیاء پیسیفک وہ خطہ ہے جہاں 25 فیصد بچے نشو و نما میں کمی کا شکار ہیں۔ فاؤ کی رپورٹ کے مطابق دنیا کے آدھے سے زیادہ غذائی کمی کے شکار بچے اسی خطے میں ہیں۔ اس کے علاوہ 14.5 ملین بچے موٹاپے کا شکار ہیں جس کی وجوہات صنعتوں میں تیار کردہ کھانے ہیں۔ ان خبروں کے تناظر میں یہ کہنا غلط نہ ہوگا کہ صنعتی طریقہ پیداوار انسانی صحت کے لیے نہایت خطرناک ہے۔ لیکن سرمایہ داری وہ نظام ہے جو کہ انسان کی تکلیف کو ذریعہ بنا کر منافع کمانے سے نہیں چوکتا۔ کہیں منافع حاصل کرنے کے لیے مصنوعی غذائی اجزاء کو خوراک میں شامل کیا جارہا ہے تو کہیں صاف ستھری غذا پیدا کرکے بھی منافع کمایا جارہا ہے۔

خطے کے کسانوں کا کیا حال ہے؟ انڈونیشیاء میں کسانوں کے زمینی حقوق کے حوالے سے نئے قانون کا ذکر تو پہلے ہی کردیا گیا ہے۔ پڑوسی ملک بھارت پر نظر دوڑائیں تو واضح ہے کہ کسان کیمیائی صنعتی زراعت کا بھرپور نشانہ ہیں۔ بھارت میں ہزاروں کسانوں نے زرعی قرضے کے بوجھ اور فصلوں کی

کم قیمت کے خلاف مظاہرہ کیا اور ملک بھر سے دہلی میں جمع ہوئے۔ اس احتجاج میں 80,000 کسان شامل تھے۔ افسوس ہے کہ بھارت میں گزشتہ 20 سالوں میں 300,000 سے زائد کسانوں نے پانی کی کمی،فصلوں کی تباہی اور زرعی قرضے واپس نہ کرنے کی وجہ سے خودکشی کی ہے۔ ایسے حالات کا سامنا دنیا بھر کے کسان کررہے ہیں۔

اس میں شک نہیں کہ صنعتی پیداوار ہی موسمی تبدیلی کی ذمہ دار ہے۔ خشک سالی کی خبریں ناصرف پاکستان بلکہ افغانستان سے بھی موصول ہورہی ہیں جہاں بڑے پیمانے پر مال مویشی ختم ہوتے جارہے ہیں۔ دوسری طرف موسمی تبدیلی کی عالمی کانفرنس کوپ 24 میں کاربن گیسیز کو کم کرنے پر تنازعہ بدستور قائم ہے۔

ان حالات میں نا کہ عوام دوست پالیسی سازی اپنائی جاتی واضح ہے کہ سرمایہ دار طبقہ کو فوقیت دی جارہی ہے۔ کہیں موسمی بحران کے نام پر صنعتی طریقہ پیداوار کو فروغ دیا جارہا ہے اور کہیں غربت کم کرنے کا دعویٰ کرتے ہوئے دیہی عورتوں کی صلاحیتوں میں اضافے کی داستانیں ہیں۔ مثال کے طور پر دو دیوہیکل سرمایہ دار ادارے یعنی عالمی بینک کا ذیلی ادارہ انٹرنیشنل فنانس کارپوریشن اور اینگرو فوڈز کے درمیان مفاہمت کی ایک یادداشت پر دستخط کیے گئے ہیں جس کا بنیادی مقصد پاکستان میں ڈیری صنعت کو مستحکم کرنا ہے۔ یعنی دودھ اور اس سے حاصل ہونے والی دیگر اشیاء سے منافع کمانا ہے پر منصوبہ یوں پیش کیا جارہا ہے کہ کسانوں کا معیار زندگی بہتر کرنا مقصود ہے۔ یہ جادوئی فقرہ ''پیداوار میں اضافہ'' ہرنسخہ ہر تدبیر کے ساتھ ضرور لگایا جاتا ہے۔ اس پیداوار میں اضافہ کے لیے نئی صنعتی ٹیکنالوجی کا بوجھ اسی غریب کسان وعوام پر ڈالا جاتا ہے جو شدید غربت، بھوک و افلاس کی چکی میں پستے جارہے ہیں جنہیں ہمیشہ جھانسہ زیادہ پیداوار کا دیا جاتا ہے۔ پیداوار اگر زیادہ ہو بھی جائے تو پیداواری خرچہ اس سے کہیں زیادہ بڑھتا ہے اور اس طرح زیادہ پیداوار کی دوڑ میں عوام قرض میں ڈوبتی جارہی ہے۔ ان سارے مسائل کا حل دراصل اس جابر سرمایہ داری اور جاگیرداری نظام کے خاتمے کے علاوہ اور کوئی نہیں۔

الف۔ ملکی زرعی خبریں

ا۔ زرعی پیداواری وسائل

زمین

- چین پاکستان اقتصادی راہداری

وزارت منصوبہ بندی و ترقی نے سینیٹ کی قائمہ کمیٹی کو بتایا ہے کہ پاکستان نے اب تک چین سے چین پاکستان اقتصادی راہداری (CPEC) کے تحت 25 سالوں کے لیے 2.29 فیصد شرح سود پر کل چھ بلین ڈالر رعایتی قرضہ لیا ہے۔ بنیادی ڈھانچے کی تعمیر کے لیے حاصل کیے گئے اس قرض کی واپسی کے لیے سات سال کی مزید مہلت کی سہولت بھی شامل ہے۔ کمیٹی کو آگاہ کرتے ہوئے CPEC (سی پیک) منصوبے کے ڈائریکٹر حسن داؤد بٹ کا کہنا تھا کہ مجموعی طور پر چین نے 15 توانائی منصوبوں سمیت 22 منصوبوں پر 36 بلین ڈالر کی سرمایہ کاری کی ہے۔ تاہم پاکستان کو اب تک ریل پٹڑی منصوبہ ایم ایل -I (ML-1) کے لیے 8.13 بلین ڈالر قرض موصول نہیں ہوا ہے۔ (بزنس ریکارڈر، 4 ستمبر، صفحہ 1)

نیشنل ہائی وے اتھارٹی (NHA) نے سینیٹ کی قائمہ کمیٹی برائے منصوبہ بندی و ترقی کے سامنے انکشاف کیا ہے کہ چین کی جانب سے منصوبوں کی منظوری میں تاخیر اور ملک میں حکومتی تبدیلی کی وجہ سے سالانہ ترقیاتی پروگرام (PSDP) کے تحت رقوم جاری نہ ہونے کی وجہ سے سی پیک کے مغربی راستے کی تعمیر متاثر ہوئی ہے۔ حکومتی تبدیلی کے عمل کی وجہ سے مغربی راستے پر سڑکوں کی تعمیر کے لیے مختص 25 بلین روپے جاری نہیں ہوسکے۔ رقم کی عدم فراہمی کی وجہ سے ہاکلا تا ڈیرہ اسماعیل خان شاہراہ پر کام رک گیا ہے جبکہ چین کی جانب سے تعمیری کام کی منظوری میں تاخیر کی وجہ سے مغربی راستے پر ڈیرہ اسماعیل خان تا ژوب شاہراہ کی تعمیر بھی مسائل سے دوچار ہے۔ (ڈان، 4 ستمبر، صفحہ 10)

ایک اخباری اداریہ کے مطابق جب نئی حکومت چینی حکام کے ساتھ سی پیک کے تحت اپنے تعاون کی تجدید

کررہی تھی، یہی دن خوشگوار ہونے کے بجائے غیر یقینی کا شکار ہوگیا۔ اس غیر یقینی کی شروعات فنانشل ٹائمز کی ایک رپورٹ سے ہوئی جس میں وزیر اعظم کے مشیر برائے تجارت رزاق داؤد کے حوالے سے کہا گیا کہ ''سی پیک چینی کمپنیوں کو ٹیکسوں میں چھوٹ اور دیگر مراعات کے ذریعے فائدہ دیتا ہے جو مقامی کمپنیوں کو حاصل نہیں ہیں''۔ رپورٹ میں رزاق داؤد کے حوالے سے مزید کہا گیا ہے کہ سی پیک معاہدوں پر نظرثانی کی جائے گی اور ایک سال تک سی پیک منصوبے کو معطل کردینا چاہیے۔ (اداریہ، ڈان، 11 ستمبر، صفحہ 8)

چینی ذرائع ابلاغ نے سی پیک کے حوالے سے فنانشل ٹائمز کی رپورٹ کا نوٹس لیتے ہوئے کہا ہے کہ صنعتکاری سے ہی پاکستان اقتصادی، سماجی اور معاشی مسائل سے نکل سکتا ہے۔ چین کے اخبار گلوبل ٹائمز کے مطابق پاکستان جن مسائل کا سامنا کررہا ہے وہ صنعت کاری کے عمل میں ناگزیر ہوتے ہیں۔ کچھ ترقی پزیر ممالک قرضوں کے مسائل اور سرمائے کی کمی کا سامنا کررہے ہیں اور اس طرح ان مسائل کا سامنا کرتے ہوئے صنعت کاری کو جدید بنارہے ہیں لیکن ان مسائل کا حل صنعتکاری کا عمل جاری رکھنے میں ہی ہے ناکہ اس سے پیچھے ہٹنے میں۔ مغربی ذرائع ابلاغ بیلٹ اینڈ روڈ منصوبے سے جڑے ممالک کے قرض کو چین سے جوڑتے ہیں۔ اس سلسلے میں چین کے وزیر خارجہ وانگ جی نے دورہ پاکستان کے دوران کہا ہے کہ پاکستان کے قرضے کا 47 فیصد عالمی امدادی اداروں کی وجہ سے ہے جبکہ دوسری طرف سی پیک کے 22 منصوبوں میں سے 18 پر چین کی اپنی سرمایہ کاری ہے یا چین کی مدد سے بن رہے ہیں۔ صرف چار منصوبے قرض کے ذریعے بنائے جارہے ہیں۔ ان کا مزید کہنا تھا کہ چین پاکستان سے درآمدات کی حوصلہ افزائی کرے گا اور پاکستانی زرعی اجناس کی چین کی منڈیوں تک رسائی کے لیے کام کرے گا۔ (بزنس ریکارڈر، 12 ستمبر، صفحہ 12)

ایک خبر کے مطابق حکومت کے ایک اعلیٰ مشیر کی ذرائع ابلاغ سے کی گئی متنازعہ بات چیت سے سی پیک منصوبے کے مستقبل پر پیدا ہونے والے شبہات کے بعد، فوجی سربراہ جنرل قمر جاوید باجوہ نے چینی سفیر کو یقین دہانی کروائی ہے کہ سی پیک پاکستان کا معاشی مستقبل ہے اور اس کی حفاظت پر کوئی سمجھوتہ نہیں ہوگا۔

چین کے سفیر نے جنرل ہیڈ کوارٹر (GHQ) راولپنڈی کا دورہ کیا جہاں جنرل قمر جاوید باجوہ نے انہیں یہ یقین دہانی کروائی۔ (دی ایکسپریس ٹریبیون، 12 ستمبر، صفحہ 1)

پاکستان میں کام کرنے والی بین الاقوامی کمپنیوں کا ترجمان ادارہ اورسیز انویسٹرز چیمبر آف کامرس اینڈ انڈسٹری (OICCI) نے حکومت پاکستان کو مشورہ دیا ہے کہ وہ سی پیک اور آزاد تجارتی معاہدوں پر نظرثانی کرے تاکہ تمام شراکت داروں کے لیے یکساں مواقع دستیاب ہوں۔ OICCI (او آئی سی سی آئی) کے صدر عرفان وہاب خان نے مزید کہا ہے کہ شراکت داروں کے لیے (کاروباری حوالے سے) ایک جیسے مواقع ہونے چاہیں اور جہاں بھی تفریق ہو اسے ختم کرنا چاہیے۔ (دی ایکسپریس ٹریبیون، 13 ستمبر، صفحہ 13)

وفاقی وزیر اطلاعات ونشریات فواد چوہدری نے کہا ہے کہ پاکستان نے سعودی عرب کو بطور تیسرا فریق سی پیک میں شامل ہونے کی پیشکش کی ہے۔ انہوں نے مزید کہا کہ اس حوالے سے ایک اعلیٰ سطح کی رابطہ کمیٹی تشکیل دے دی گئی ہے جسے شاہ سلمان بن عبد العزیز، ولی عہد محمد بن سلمان اور وزیر اعظم عمران خان کی مکمل حمایت حاصل ہے۔ (بزنس ریکارڈر، 21 ستمبر، صفحہ 1)

وفاقی وزیر اطلاعات ونشریات فواد چوہدری نے دوران پریس کانفرنس کہا ہے کہ سعودی عرب نے پاکستان کے ساتھ تین امدادی معاہدوں پر دستخط کیے ہیں۔ یہ معاہدے سی پیک کے تحت سڑکوں کی تعمیر اور توانائی منصوبوں میں سعودی سرمایہ کاری کے لیے کیے گئے ہیں۔ انہوں نے مزید کہا کہ ایک اعلیٰ سطح کا وفد دونوں ممالک کے درمیان معاہدے کو عملی شکل دینے کے لیے پاکستان کا دورہ کرے گا اور اگلے ہفتے اعلیٰ سعودی اور پاکستانی حکام کے درمیان مزید معاہدوں پر دستخط ہوں گے۔ یہ معاہدے ریکوڈک کی سونے اور تانبے کی کانوں اور گوادر بندرگاہ پر تیل صاف کرنے والے کارخانے (ریفائنری) سے متعلق ہیں۔ (ڈان، 28 ستمبر، صفحہ 1)

وفاقی وزیر اطلاعات ونشریات فواد چوہدری اور وفاقی وزیر منصوبہ بندی و ترقی خسرو بختیار نے ایک مشترکہ پریس کانفرنس میں کہا ہے کہ سعودی عرب سی پیک کا حصہ نہیں بنے گا اور سعودی سرمایہ کاری علیحدہ سے دونوں ممالک کے درمیان ہوگی۔ سعودی عرب سمیت کسی تیسرے ملک کو سی پیک کے منصوبے میں شامل کرنے کا فیصلہ نہیں کیا گیا ہے۔ سعودی عرب سی پیک میں بنیادی شراکت دار (اسٹریٹیجک پارٹنر) نہیں بنے گا، یہ تصور درست نہیں ہے۔ (ڈان، 3 اکتوبر، صفحہ 1)

ایک خبر کے مطابق پاکستان اور چین کے درمیان سی پیک کے تحت ایک قانونی معاہدے پر دستخط کیے جانے کا امکان ہے۔ اس معاہدے کا مقصد زرعی شعبہ میں سرمایہ کاری کرنا اور اضافی پیداوار چین کی بڑھتی ہوئی آبادی کے لیے برآمد کرنا ہے۔ وزارت قومی غذائی تحفظ و تحقیق اور منصوبہ بندی و ترقی کے حکام کے مطابق اگر یہ معاہدہ ہو جاتا ہے تو یہ دونوں حکومتوں کے مابین خود مختاری کی بنیاد پر ہوگا جس میں ترجیح زرعی پیداوار میں اضافے اور اضافی پیداوار چین برآمد کرنے پر ہوگی۔ معاہدے کے تحت چینی کمپنیوں کی جانب سے کسانوں کو نقصان سے محفوظ رکھنے کے لیے ان کی پیداوار کو خریدنے کی ضمانت دی جاسکتی ہے۔ مشترکہ منصوبوں میں چینی سرمایہ کاری کی اجازت ہوگی لیکن ہوسکتا ہے کہ انہیں زمین خریدنے کی اجازت نہ دی جائے۔ ایک وفد چین کے زراعت اور دیہی معاملات کے نائب وزیر کی قیادت میں معاہدے کو حتمی شکل دینے کے لیے اس وقت پاکستان کے دورے پر ہے جس نے وفاقی وزیر منصوبہ بندی و ترقی خسرو بختیار سے ملاقات کی ہے۔ (دی ایکسپریس ٹریبیون، 16 اکتوبر، صفحہ 13)

بلوچستان کی حکمران جماعت بلوچستان عوامی پارٹی (BAP) کے بانی سعید احمد ہاشمی نے کہا ہے کہ وفاقی وزیر منصوبہ بندی و ترقی خسرو بختیار نے تصدیق کی ہے کہ مغربی راستہ سی پیک کا حصہ نہیں ہے۔ اگر وفاقی وزیر کا یہ بیان سچ ہے تو یہ بلوچستان کے عوام کے ساتھ بڑی ناانصافی ہوگی۔ انہوں نے مزید کہا کہ بلوچستان کے عوام اور حکومت کو سی پیک کے ترقیاتی منصوبوں سے متعلق کوئی معلومات نہیں تھیں۔ (ڈان، 7 دسمبر، صفحہ 5)

ایشیائی ترقیاتی بینک (ADB) نے کہا ہے کہ وہ سی پیک منصوبوں کے لیے سرمایہ فراہم نہیں کرے گا۔ بینک نے پاکستان کی مالی مدد کو بھی انٹرنیشنل مانیٹری فنڈ (IMF) کی جانب سے بہتر معاشی حالات کی سند (گڈ ہیلتھ سرٹیفکیٹ) سے مشروط کردیا ہے۔ ADB (اے ڈی بی) کے اسٹریٹیجی، پالیسی اور ریویو ڈیپارٹمنٹ کے ڈائریکٹر جنرل ٹومویوکی کیمورا (Tomoyuki Kimura) نے اپنے دو روزہ پاکستان کے دورے کے دوران پریس کانفرنس میں کہا ہے کہ بینک سی پیک جیسے کسی بھی دوطرفہ منصوبہ کا حصہ نہیں بن سکتا۔ بینک بیلٹ اینڈ روڈ انیشی ایٹو (BRI) جیسے علاقائی سطح کے منصوبہ کے لیے مالی مدد دینے کے لیے تیار ہے۔ انکا کہنا تھا کہ BRI (بی آر آئی) جیسے تمام علاقائی طور پر مشترکہ مقاصد کے منصوبوں کو مالی قرضہ فراہم کیا جائے گا۔ اے ڈی بی پر جاپان اور امریکہ کا غلبہ ہے تاہم چین کا بھی تھوڑا بہت اثرورسوخ ہے۔ (دی ایکسپریس ٹریبیون، 20 دسمبر، صفحہ 20)

- زمینی قبضہ

خیبر پختونخوا:

خیبر پختونخوا کابینہ نے ضلع سوات میں فوجی چھاؤنی کی تعمیر کے لیے 19 کنال جنگلات کی زمین فوج کو دینے کے لیے قواعد میں نرمی کا فیصلہ کیا ہے۔ صوبائی حکومت کے ترجمان شوکت یوسف زئی کا کہنا ہے کہ جنگلات کی یہ زمین 75 کنال سرکاری زمین کا حصہ ہے جو فوج کو دی جائے گی۔ قانون کے مطابق جنگلات کی زمین نہ تو ٹھیکہ پر دی جاسکتی ہے اور نہ ہی کسی اور مقصد کے لیے استعمال کی جاسکتی ہے۔ کابینہ کو یہ زمین فوج کو دینے کے لیے قوائد میں نرمی کرنی ہوگی۔ (ڈان، 28 ستمبر، صفحہ 7)

بلوچستان:

بلوچستان حکومت نے کابینہ کے دو روزہ اجلاس کے بعد غیر ملکی سرمایہ کاروں کو پٹے پر زمین دینے کے لیے لینڈ لیز پالیسی کا اعلان کردیا ہے۔ وزیر اطلاعات بلوچستان میر ظہور احمد بلیدی نے کہا ہے کہ صوبائی حکومت نے غیر ملکی سرمایہ کاروں کو زمین کے مالکانہ حقوق دینے کے بجائے مخصوص مدت کے لیے زمین

دینے کا فیصلہ کیا ہے۔ پٹے پر زمین دینے کی مدت کا تعین بعد میں کیا جائے گا۔ ان کا مزید کہنا تھا کہ موجودہ لیز پالیسی میں غیر ملکی سرمایہ کاروں اور کمپنیوں کے حوالے سے کوئی حکمت عملی نہیں تھی۔ (ڈان، 26 نومبر، صفحہ 5)

پنجاب:

چیف سیکریٹری پنجاب اکبر حسین درانی نے کہا ہے کہ حکومت صوبے بھر میں زمینوں پر قبضہ کرنے والوں کے خلاف بلاامتیاز کارروائی کرے گی اور اس حوالے سے ایک جامع منصوبہ بندی بھی کی جائے گی۔ ابتدائی طور پر قبضہ گیروں کو سرکاری زمین خالی کرنے کا انتباہ جاری کیا جائے گا اور اس کے بعد ان کے خلاف موثر کارروائی کا آغاز کیا جائے گا۔ ان کا مزید کہنا تھا کہ محکمہ جنگلات، اوقاف اور دیگر محکموں کی ہزاروں ایکڑ سرکاری زمین پر قبضہ ہے۔ (بزنس ریکارڈر، 21 ستمبر، صفحہ 5)

- جنگلات

ایک خبر کے مطابق پنجاب حکومت نے سیالکوٹ میں 26 زمینی ریکارڈ کے مراکز قائم کرنے کی منظوری دیدی ہے۔ ایک اعلیٰ عہدیدار کے مطابق محکمہ ریونیو نے ان مراکز کے قیام کے لیے مناسب جگہوں کی تلاش شروع کر دی ہے۔ یہ مراکز زمین کی منتقلی اور 'فرد' کے فوری اجراء میں سہولت فراہم کریں گے۔ (ڈان، 5 نومبر، صفحہ 6)

وزیر جنگلات سندھ سید ناصر شاہ نے سندھ اسمبلی کے اجلاس میں بتایا ہے کہ محکمہ جنگلات کی 15,733 ایکڑ زمین جو گزشتہ کئی سالوں سے زیر قبضہ تھی واگزار کروالی گئی ہے۔ انہوں نے مزید بتایا کہ جنگلات کی کل 3,360,000 ایکڑ زمین میں سے 149,245 ایکڑ زمین پر غیر قانونی قبضہ ہے۔ جنگلات پر قبضہ مافیا کے خلاف جولائی میں ضلعی انتظامیہ، پولیس اور رینجرز کی مدد سے سخت کارروائی کا آغاز کیا گیا تھا۔ ایک سوال کے جواب میں وزیر کا کہنا تھا ان قبضہ گیروں کی تعداد ہزاروں میں ہے جن کے خلاف کارروائی کو وسعت

دی جائے گی۔ (ڈان، 23 نومبر، صفحہ 16)

پانی

ایک خبر کے مطابق حکومت نے آبی شعبہ کے لیے اہداف مقرر کرنے اور صوبوں کے درمیان پائے جانے والے آبی تنازعہ کے حل کے لیے اس مہینے کے آخری ہفتے میں قومی آبی کونسل (نیشنل واٹر کونسل) کا اجلاس بلانے کا فیصلہ کیا ہے۔ اس سال اپریل میں مشترکہ مفادات کونسل (CCI) میں ملک کی پہلی آبی پالیسی منظور کی گئی تھی جس کے تحت ضروری ہے کہ ملک کے آبی مسائل بشمول آبی ذخائر کی ترقی کے لیے قومی آبی کونسل قائم کی جائے۔ وزیر اعظم کی صدارت میں اس کونسل میں چاروں وزراء اعلیٰ اور وفاقی وزراء برائے آبی وسائل، خزانہ، توانائی اور منصوبہ بندی و ترقی بھی شامل ہوں گے۔ نجی شعبہ کے پانچ آبی ماہرین بھی اس کونسل میں شامل ہوں گے۔ اس کے علاوہ وزیر اعظم آزاد کشمیر اور وزیر اعلیٰ گلگت بلتستان کی بھی قومی آبی کونسل کے اجلاس میں شمولیت ضروری ہے۔ (ڈان، 13 اکتوبر، صفحہ 3)

- آبپاشی

پشاور یونیورسٹی میں ماہرین نے دریائے کابل کے حوالے سے ہونے والی قومی کانفرنس میں کہا ہے کہ پاکستان اور افغانستان دریائے کابل کے پانی پر معاہدہ کریں۔ ماہرین نے خبردار کیا ہے کہ اس دریا پر ڈیموں کی تعمیر سے ماحولیاتی نظام متاثر ہوگا۔ پشاور یونیورسٹی کے وائس چانسلر ڈاکٹر آصف کا کہنا تھا کہ افغان حکومت نے بھارتی مالی اور تکنیکی معاونت سے دریائے کابل پر 12 آبی ذخائر تعمیر کرنے کی منصوبہ بندی کی ہے جس سے 2,400 میگاواٹ بجلی پیدا ہوگی۔ ان ڈیموں کی تعمیر سے پاکستان خصوصاً خیبر پختونخوا کا زرعی شعبہ شدید متاثر ہوگا کیونکہ دریا کی تین بنیادی شاخوں میں پہلے ہی پانی کا بہاؤ 50 فیصد کم ہو چکا ہے۔ پشاور میں تعینات افغان قونصل جنرل پروفیسر معین ماریسٹیل (Moeen Marastial) نے کانفرنس میں دریائے کابل کے پانی پر دوطرفہ معاہدے کی تجویز سے اتفاق کرتے ہوئے کہا کہ اس حوالے سے علاقائی اور بین الاقوامی آبی قوانین دونوں ممالک کے درمیان مسئلے کے حل کے لیے رہنمائی کر سکتے ہے۔

ان کا مزید کہنا تھا کہ افغانستان پاکستان کے ساتھ پانی کے مسئلے پر عالمی قوانین بشمول ہیلسنکی کنونشن (Helsinki Convention) کے تحت مذاکرات کے لیے تیار ہے۔ (ڈان، 11 اکتوبر، صفحہ 7)

وزیر اعظم عمران خان نے وزارت قومی غذائی تحفظ و تحقیق کے نوملین ایکڑ فٹ پانی کو محفوظ کرنے کے تین بڑے منصوبوں کی منظوری دیدی ہے۔ ملک بھر میں آبی ذرائع (واٹر کورسز) کی مرمت (لائننگ)، کھیتوں میں لیزر کی مدد سے زمین ہموار کرکے اور خیبر پختونخوا میں چھوٹے ڈیموں اور آبی ذخائر کے رقبے میں 60,000 ایکڑ اضافے کے ذریعے پانی کو محفوظ کیا جائے گا۔ واٹر کورسوں کو بہتر کرنے کا منصوبہ نیشنل پروگرام فار امپرومنٹ آف واٹر کورسز ان پاکستان فیز ٹو کا آغاز کیا جائے گا اور اس منصوبے کے تحت 73,000 واٹر کورسز کی مرمت کا ہدف حاصل کیا جائے گا۔ یہ فیصلہ کیا گیا ہے کہ حکومت تمام صوبوں خصوصاً سندھ کو زمین ہموار کرنے والے لیزر لیولر پر زرتلافی دے گی۔ (دی ایکسپریس ٹریبیون، 1 نومبر، صفحہ 3)

دادو میں محکمہ آبپاشی کی جانب سے پانی کی چوری کے خلاف کارروائی کے نتیجے میں دادو نہر سے نکلنے والی جوہی برانچ نہر دہائیوں بعد پہلی بار اپنی پوری گنجائش کے ساتھ بہہ رہی ہے۔ پانچ روزہ اس کارروائی کے دوران نہروں سے پانی کی چوری کے لیے نصب کیے گئے آلات، پائپ وغیرہ ہٹادیے گئے ہیں۔ محکمہ آبپاشی حکام کا کہنا ہے کہ جوہی نہر میں 747 کیوسک پانی چھوڑا گیا ہے اور تمام کمزور حصوں کو مضبوط کیا جارہا ہے۔ (ڈان، 28 نومبر، صفحہ 17)

- پانی کی قلت

ایوان زراعت سندھ (SCA) نے صوبے میں پانی کی قلت برقرار رہنے کی صورت میں خشک سالی کا خدشہ ظاہر کیا ہے۔ SCA (ایس سی اے)، لاڑکانہ کے صدر سید سراج الاولیاء راشدی نے نہروں میں پانی کی کمی کی صورتحال کو انتہائی سنگین قرار دیتے ہوئے کہا کہ یہ صورتحال زرخیز زمینوں کو بنجر بنادے گی۔ ان مسائل کا حل صرف پانی کی منصفانہ تقسیم کے ذریعے ہی نکالا جاسکتا ہے۔ انہوں نے مزید کہا کہ سوائے

سندھ کے تمام صوبوں میں پانی کی فراہمی کے لیے وارہ بندی کی جارہی ہے۔ مبینہ طور پر بااثر افراد آبپاشی حکام کو رشوت دے کر بلاتعطل پانی حاصل کررہے ہیں اور آبپاشی حکام کی سرپرستی میں پانی کی چوری جاری ہے۔ (ڈان، 29 نومبر، صفحہ 17)

محکمہ موسمیات نے خشک سالی کا تیسرا انتباہ جاری کرتے ہوئے کہا ہے کہ پاکستان کے دو بڑے آبی ذخائر تربیلا اور منگلا ڈیم میں پانی کا ذخیرہ نصف سطح پر آ گیا ہے جو گزشتہ نو سالوں کی کم ترین سطح ہے۔ یہ صورتحال اس بات کی علامت ہے کہ ربیع کے موسم میں فصلوں کے لیے پانی کی فراہمی میں کمی کا سامنا ہوسکتا ہے۔ کئی اضلاع خصوصاً سندھ اور بلوچستان میں زراعت اور مال مویشی شعبہ کے مزید متاثر ہونے کے امکانات ہیں۔ جون اور نومبر کے مہینہ میں ملک کے جنوبی علاقوں میں معمول سے کم بارشیں ہوئی ہیں۔ (بزنس ریکارڈر، 8 دسمبر، صفحہ 13)

پولینڈ میں جاری اقوام متحدہ کی موسمی تبدیلی کانفرنس 2018 (کوپ 24) میں انسٹی ٹیوٹ فار انوائرنمنٹل ڈپلومیسی اینڈ سیکیورٹی کی پیش کردہ تحقیق کے مطابق پچھلے 50 سالوں میں سندھ طاس کے دریائی نظام (انڈس بیسن) میں پانی کی سطح میں 20 سے 30 فیصد تک کمی ہوئی ہے۔ ماہرین کا کہنا ہے کہ اس کمی سے پاکستان میں پن بجلی کی پیداوار، غذائی تحفظ اور مجموعی قومی پیداوار کے متاثر ہونے کا امکان ہے۔ ماہرین نے تجویز دی ہے کہ کسانوں کو یہ معلومات فراہم کرنے کی ضرورت ہے کہ وہ کس طرح اپنی فصلوں کو وسعت دے سکتے ہیں اور آنے والے سالوں میں کتنا پانی دستیاب ہوگا۔ پینل میں مدعو وزیراعظم کے مشیر برائے موسمی تبدیلی ملک امین اسلم کا کہنا تھا کہ ''سندھ طاس پر یہ تحقیق ہم سے متعلق ہے جس کا ہم خیر مقدم کرتے ہیں۔ ہم آزمائشی منصوبے شروع کررہے ہیں جن میں تمام تر توجہ موسمی تبدیلی سے مطابقت رکھنے والی زراعت پر مرکوز ہوگی''۔ (دی ایکسپریس ٹریبیون، 9 دسمبر، صفحہ 3)

سندھ آبادگار بورڈ (SAB) نے صوبے میں تیزی سے کم ہوتے جنگلات کو سرکاری زمین کی غیرقانونی لیز

اور قبضہ ختم کر کے بحال کرنے کا مطالبہ کیا ہے۔ بورڈ ارکان نے حیدرآباد میں صدر عبدالمجید نظامانی کی صدارت میں ہونے والے اجلاس میں محکمہ آبپاشی میں سیاسی سرپرستی کے خاتمے کا بھی مطالبہ کیا ہے۔ اجلاس میں محکمہ آبپاشی پر زور دیا گیا ہے کہ وہ نہروں کے آخری سرے کے کسانوں تک پانی کی فراہمی یقینی بنائے اور پانی چوروں کے خلاف کارروائی کرے۔ سندھ میں ماہ جولائی تک بھی کسانوں کو پانی دستیاب نہیں تھا جو عموماً اپریل سے ملنا شروع ہوجاتا ہے۔ سندھ حکومت اکثر وفاق سے پانی کا مقررہ حصہ نہ ملنے کی شکایت کرتی ہے لیکن خود حکومت سندھ صوبے میں منصفانہ طور پر پانی تقسیم نہیں کرتی۔ (ڈان، 3 ستمبر، صفحہ 17)

محکمہ زراعت اور آبپاشی حکام کے ساتھ ایک اجلاس میں وزیر زراعت سندھ اسماعیل راہو نے خدشہ ظاہر کیا ہے کہ پانی کی قلت چاول کی پیداوار میں واضح کمی کا سبب بن سکتی ہے جس سے نا صرف صوبے کی بلکہ ملکی معیشت بھی متاثر ہوسکتی ہے۔ صوبائی وزیر نے وفاق پر الزام عائد کرتے ہوئے کہا ہے کہ سندھ کو اس کے جائز حصے سے کم پانی دیئے جانے کی وجہ سے صوبے میں فصلیں تباہ ہورہی ہیں۔ انھوں نے خدشہ ظاہر کیا ہے کہ اگر وفاق کی جانب سے سندھ کے پانی میں کٹوتی جاری رہی تو ٹھٹہ، بدین، حیدرآباد، میرپور خاص کی زرعی زمینیں بنجر ہو جائیں گی۔ انہوں نے مزید کہا کہ سندھ کی 40 فیصد زمینوں کو خشک سالی جیسی صورتحال کا سامنا ہے۔ (ڈان، 6 ستمبر، صفحہ 17)

ایک خبر کے مطابق خریف کے بعد ربیع کے موسم میں بھی پاکستان کو 45 فیصد تک پانی کی کمی کا سامنا ہوسکتا ہے جس کے زرعی پیداوار پر منفی اثرات مرتب ہوں گے۔ انڈس ریور سسٹم اتھارٹی (IRSA) نے سینیٹر مولا بخش چانڈیو کی زیر صدارت ہونے والے سینیٹ کی خصوصی کمیٹی برائے آبی قلت کے اجلاس میں بتایا ہے کہ ملک میں اس وقت پانی کا مجموعی ذخیرہ 9.255 ملین ایکڑ فٹ ہے جو پانی ذخیرہ کرنے کی مجموعی گنجائش 13.681 ملین ایکڑ فٹ سے 32.4 فیصد کم ہے۔ گزشتہ سال اس وقت پانی کا مجموعی ذخیرہ 24 فیصد کمی کے ساتھ 12.08 ملین ایکڑ فٹ تھا۔ ملک میں ربیع کا موسم اکتوبر تا دسمبر شروع ہوکر اپریل تا مئی جاری

رہتا ہے۔ گندم ربیع کے موسم کی اہم ترین فصل ہے۔ (ڈان، 7 ستمبر، صفحہ 10)

منگلا ڈیم میں پانی کی کمی اور آئندہ تین ماہ میں متوقع انتہائی کم بارشوں کی وجہ سے محکمہ موسمیات نے خبردار کیا ہے کہ ربیع کے موسم میں پانی کی قلت کے قوی امکانات ہیں۔ محکمہ موسمیات پاکستان کے مطابق پانی کی کمی کی وجہ سے ربیع کی فصلوں کی بیجائی کا عمل متاثر ہوسکتا ہے۔ اس صورتحال کے تناظر میں تمام شراکت داروں کو حالات سے نبٹنے کے لیے تیار رہنے کی سفارش کی گئی ہے۔ مون سون بارشیں کم ہونے کی وجہ سے ملک کے زیادہ تر علاقوں میں درمیانے درجہ کی خشک سالی کی صورتحال پیدا ہونے کا خدشہ ہے جبکہ سندھ کے اہم علاقوں میں درمیانی سے شدید درجے کی خشک سالی کی صورتحال پہلے ہی جاری ہے جن میں تھرپارکر، ٹھٹھہ، حیدرآباد، جیکب آباد، دادو، کراچی، قمبر شہدادکوٹ، عمرکوٹ، سانگھڑ، سجاول، شہید بینظیر آباد، جامشورو اور خیرپور شامل ہیں۔ خشک سالی نے بلوچستان کے علاقے دالبدین، گوادر، جیوانی، پنجگور، پسنی، نوکنڈی، اوماڑہ، کوئٹہ اور تربت کو بھی اپنی لپیٹ میں لے رکھا ہے۔ معمول سے درمیانے درجہ کی خشک سالی نے پنجاب کے کچھ علاقوں ملتان، میانوالی اور گلگت بلتستان کے علاقے بونجی، چلاس، گلگت اور گوپس کو اپنی لپیٹ میں لے رکھا ہے۔ (بزنس ریکارڈر، 8 ستمبر، صفحہ 3)

محکمہ موسمیات پاکستان نے کہا ہے کہ آئندہ تین مہینوں کے دوران بارشیں کم ہونے کی وجہ سے موسم سرما میں پانی کی قلت کا امکان ہے۔ محکمہ کے ڈائریکٹر جنرل غلام رسول کے مطابق موسم سرما میں زیادہ بارشوں کی توقع نہیں ہے اور اگر برف باری بھی ہو تو بھی پانی گرمیوں میں برف پگھلنے تک دستیاب نہیں ہوگا۔ اس صورتحال میں پانی کے بحران کا سامنا ہوسکتا ہے۔ محکمہ پہلے ہی خشک سالی کا انتباہ جاری کرچکا ہے۔ (ڈان، 17 ستمبر، صفحہ 4)

زرعی ماہرین نے خبردار کیا ہے کہ دریاؤں میں پانی کی کمی کی وجہ سے آنے والے ربیع کے موسم میں گندم کی کاشت کے دوران پنجاب کی تمام موسمی نہروں (نان پیرینیل کنال) میں پانی دستیاب نہیں ہوگا۔ اس

سال ربیع کے موسم میں 45 فیصد پانی کی کمی کا خدشہ ہے اور اس صورتحال میں پنجاب حکومت کے پاس اس کے سوا کوئی راستہ نہیں ہوگا کہ اکتوبر کے وسط سے ان نہروں میں پانی روک دیا جائے۔ ان موسمی نہروں سے صوبے کے کل زیر کاشت رقبے کا ایک تہائی حصہ سیراب ہوتا ہے۔ ایک اندازے کے مطابق گندم کا 32 فیصد زیرکاشت رقبہ ان موسمی نہروں کے ذریعے ہی کاشت کیا جاتا ہے۔ (دی ایکسپریس ٹریبیون، 20 ستمبر، صفحہ20)

ربیع کے موسم میں 23 فیصد پانی کی متوقع کمی کے تناظر میں IRSA (ارسا) نے تمام صوبائی حکام کو پیداواری نقصان کو کم سے کم رکھنے کے لیے پانی کا بہتر انتظام کرنے کی ہدایت کی ہے۔ متوقع پانی کی کمی زرعی شعبہ کو متاثر کرسکتی ہے جو غذائی تحفظ کے لیے مسائل کا سبب بن سکتی ہے۔ گندم ربیع کی اہم ترین فصل ہے۔ اس کے علاوہ سرسوں، دالیں، چنا اور دیگر اہم فصلیں بھی ربیع کے موسم میں ہی کاشت ہوتی ہیں۔ (ڈان، 2 اکتوبر، صفحہ10)

ایک خبر کے مطابق چیئرمین ارسا شیر زمان خان نے سینیٹ کی قائمہ کمیٹی برائے قومی غذائی تحفظ وتحقیق کو بتایا ہے کہ حالیہ مون سون کے موسم میں بارشیں کم ہونے کی وجہ سے ربیع کے موسم میں 40 فیصد پانی کی کمی کا خدشہ ہے۔ ان کا مزید کہنا تھا کہ سال کے اختتام تک مناسب مقدار میں متوقع بارشوں کی صورت میں صورتحال بہتر ہونے کی امید ہے۔ (ڈان، 11 اکتوبر، صفحہ10)

چیف انجینئر سکھر بیراج کی جانب سے وزیر اعلیٰ سندھ سید مراد علی شاہ کو دریا سندھ میں پانی کے بہاؤ کے حوالے سے مختصر جائزہ پیش کیا گیا ہے۔ جائزے میں کہا گیا ہے کہ ارسا کے مطابق اس وقت دریائے سندھ میں 38 فیصد پانی کی کمی ہے جبکہ سکھر بیراج میں پانی اس کی طلب کے مقابلے 22 فیصد کم ہے۔ پانی کی کمی سے نمٹنے کے لیے نہروں میں وارہ بندی کی جارہی ہے۔ وزیر اعلیٰ کا اس موقع پر کہنا تھا کہ وفاق 1991 کے پانی کی تقسیم کے معاہدے کے تحت پانی کی ترسیل یقینی بنائے۔ (ڈان، 9 نومبر، صفحہ17)

- پن بجلی ڈیم

ایک خبر کے مطابق پاکستان فوج کے سربراہ جنرل قمر جاوید باجوہ نے سپریم کورٹ کی عمارت میں چیف جسٹس میاں ثاقب نثار سے ملاقات کرکے انہیں سپریم کورٹ کے دیامر بھاشا اور مہمند ڈیم فنڈ کے لیے 1005.9 ملین روپے کا چیک پیش کیا۔ نو جولائی کو فوج کے محکمہ تعلقات عامہ (ISPR) کے ڈائریکٹر جنرل میجر جنرل آصف غفور نے اعلان کیا تھا کہ فوج کے افسران اپنی دو دن کی تنخواہ اور سپاہی ایک دن کی تنخواہ ڈیم فنڈ میں عطیہ کریں گے۔ (ڈان، 11 ستمبر، صفحہ 1)

چیف جسٹس میاں نثار نے ملک میں ڈیم کی تعمیر کی مخالفت کرنے والوں کے خلاف آئین کی دفعہ چھ (غداری) استعمال کرنے کا اشارہ دیا ہے۔ ان کا کہنا تھا کہ ''میں جائزہ لے رہا ہوں کہ آیا یہ اس قومی مفاد (ڈیموں کی تعمیر) کے مخالفین پر عائد ہوسکتی ہے یا نہیں''۔ چیف جسٹس بوتل بند پانی فروخت کرنے والی کمپنیوں کی جانب سے زیر زمین پانی استعمال کرنے کے از خود نوٹس کیس کی سماعت کررہے تھے۔ ایڈیشنل اٹارنی جنرل نے دوران سماعت بتایا کہ کراچی میں منرل واٹر کمپنیوں کے تقریبا 82، اسلام آباد میں 12، حیدرآباد میں 15، سکھر میں 16 اور لاہور میں آٹھ کارخانے قائم ہیں۔ ان کارخانوں میں 30 فٹ سے 410 فٹ گہرے کنویں موجود ہیں جن سے پانی نکالا جارہا ہے۔ عدالت نے تمام بوتل بند پانی کی کمپنیوں کے سربراہان (چیف ایگزیکٹوز) کو اگلی سماعت پر عدالت میں طلب کیا ہے۔ (ڈان، 16 ستمبر، صفحہ 1)

سینیٹ کمیٹی برائے آبی وسائل میں چیئرمین واٹر اینڈ پاور ڈیولپمنٹ اتھارٹی (WAPDA) مزمل حسین نے کہا ہے کہ دیامر بھاشا اور مہمند ڈیم کے تعمیراتی کام کا آغاز بلترتیب فروری اور مئی 2019 میں ہوگا۔ کمیٹی کو مختصر جائزہ پیش کرتے ہوئے انہوں نے مزید کہا کہ بلوچستان میں کچھی کنال سے 74,000 ایکڑ فٹ پانی ترسیل کرنے کا نظام موجود نہیں ہے۔ صوبے میں صرف 10,000 ایکڑ فٹ پانی کی ترسیل کا نظام موجود ہے۔ اجلاس کے دوران سینیٹر حاصل بزنجو کا کہنا تھا کہ مہمند و دیامر ڈیم کی تعمیر کے لیے وزیر اعظم اور چیف جسٹس فنڈ کی رقم کو بلوچستان میں 100 ڈیم بنانے کے لیے استعمال کرنا چاہیے۔ سینیٹر عثمان کاکڑ کا کہنا تھا

کہ بلوچستان میں 12 ملین ایکڑ سے زیادہ پانی ضائع ہورہا ہے اورصوبہ میں آبی ذخائر بنانے کے لیے 500 بلین روپے کی ضرورت ہے۔ انہوں نے مزید کہا کہ صوبے میں آبی ذخائر کی تعمیر کوسی پیک منصوبے میں شامل ہونا چاہیے۔ (دی ایکسپریس ٹریبیون، 29 نومبر، صفحہ 3)

مہمند ڈیم:

مہمند ایجنسی میں قبائلی جرگے میں مہمند ڈیم کی تعمیر سے متاثر ہونے والے قبائلیوں نے مطالبہ کیا ہے کہ انہیں بھی دیامر بھاشا ڈیم کی تعمیر سے کوہستان میں متاثر ہونے والوں کی طرز پر پیشکش کی جائیں۔ جرگہ کے دوران قبائلی عمائدین نے ڈیم کی تعمیر کو خوش آئند قرار دیا۔ تاہم انھوں نے ڈیم پر کام شروع ہونے سے پہلے زمین کی قیمت کوہستان میں ادا کی جانے والی زمین کی قیمت کے برابر مقرر کرنے کا مطالبہ کیا ہے۔ اس کے ساتھ ساتھ ڈیم کی تعمیر کے بعد علاقہ میں 100 میگاواٹ بجلی مفت فراہم کرنے کے علاوہ صنعتی علاقے کا قیام، آبپاشی کے لیے نہروں کی تعمیر، پینے کے پانی کی فراہمی، غیر تکنیکی ملازمتوں کے لیے مقامی افراد کی بھرتی اور ڈیم سے متعلق چھوٹے ٹھیکے مقامی افراد کو دینے کا بھی مطالبہ کیا ہے۔ (دی ایکسپریس ٹریبیون، 18 دسمبر، صفحہ 6)

دیامر بھاشا ڈیم:

ذرائع ابلاغ سے بات کرتے ہوئے وزیر اعلیٰ سندھ سید مراد علی شاہ نے کہا ہے کہ وہ دیامر بھاشا ڈیم کے خلاف نہیں ہیں لیکن انہیں ڈیم کے مقام اور پانی کی دستیابی کے حوالے سے کچھ تحفظات ہیں۔ ایک سوال کا جواب دیتے ہوئے وزیر اعلیٰ نے کہا کہ جو مقام ڈیم کے لیے تجویز کیا گیا ہے وہ علاقہ ہے جہاں زلزلے آسکتے ہیں یعنی سیسمک زون ہے اور مجوزہ ڈیم کو بھرنے کے لیے درکار پانی دریائے سندھ کے نظام میں موجود نہیں ہے۔ دریائے سندھ کی موجودہ صورتحال کو واضح کرتے ہوئے انہوں نے کہا کہ گزشتہ سال کوٹری کے مقام سے زیریں علاقوں کے لیے 10 ملین ایکڑ فٹ کے بجائے صرف 7.5 ملین ایکڑ فٹ پانی چھوڑا گیا جبکہ کوٹری کے زیریں علاقوں کے لیے 25 ملین ایکڑ فٹ پانی جاری کرنا ضروری ہے بصورت

دیگر سمندر (ٹھٹھ اور بدین کے) مزید ساحلی دیہات میں داخل ہو جائے گا۔ اعداد و شمار ظاہر کرتے ہیں کہ گزشتہ چھ سالوں سے 10 ملین ایکڑ فٹ سے بھی کم پانی سمندر میں چھوڑا جارہا ہے جو کوٹری سے نیچے زیریں علاقوں تک صرف دو سے چار ملین ایکڑ فٹ ہی پہنچ پاتا ہے۔ (ڈان، 12 ستمبر، صفحہ14)

کسان مزدور

ایک مضمون کے مطابق سندھ میں ہاری اور جاگیرداروں کے درمیان تعلق تاحال غیر رسمی ہے جو ہاریوں کے ہر طرح کے استحصال کی وجہ ہے۔ کمزور قوانین اور انتظامی ڈھانچہ ہاریوں کو قانونی تحفظ سے محروم کرتا ہے اور کئی معاملات میں ہاری غیر انسانی حالات میں زندگی گزارنے پر مجبور یا غلامی کا شکار ہیں۔ سندھ ٹینیسی ایکٹ (Sindh Tenancy Act) 1950 ہاریوں کے حقوق کے تحفظ کے لیے منظور کیا گیا لیکن شاید ہی ہاری اس قانون کے تحت حقوق حاصل کرسکتے ہوں۔ اس قانون میں، جو ہاری کو ایک کرائے دار (ٹینٹ) کا درجہ دیتا ہے، 2013 میں سندھ اسمبلی کی طرف سے ترمیم کردی گئی۔ دیہی سندھ سے اقتدار حاصل کرنے والی پیپلز پارٹی نے اس قانون میں سب سے تباہ کن ترمیم متعارف کروائی۔ اس ترمیم کے تحت سندھ ٹیننسی ایکٹ سے یہ الفاظ خارج کردیے گئے کہ ''زمیندار کسی بھی ہاری (ٹینٹ) اور اس کے خاندان کے کسی بھی فرد سے ان کی مرضی کے بغیر کسی بھی طرح کی مزدوری بغیر اجرت نہیں کرواسکتا''۔ دوسرے لفظوں میں ارکان اسمبلی نے غلامی کو جائز قرار دے دیا۔ مزدوروں کے حقوق کے لیے سرگرم ایک کارکن کے مطابق ''اس ترمیم سے ظاہر ہوتا ہے کہ ارکان سندھ اسمبلی یہ مانتے ہی نہیں کہ ہاریوں سے بیگار یعنی بلا معاوضہ محنت لی جاتی ہے۔ شہری علاقوں سے تعلق رکھنے والے ارکان سندھ اسمبلی نے بھی اس ترمیم کے حق میں ووٹ دیا''۔ سندھ کے دیہی علاقوں کے منتخب نمائندگان بنیادی طور پر طاقتور جاگیردار اشرافیہ طبقہ سے تعلق رکھتے ہیں جنہیں شہری منتخب نمائندوں کی بھرپور حمایت حاصل ہے۔ مجموعی طور پر اس قانون میں 10 ترامیم ہوچکی ہیں لیکن اگر سندھ کے ہاریوں کی حالت زار کی بات کی جائے تو اس میں کوئی واضح تبدیلی نہیں آئی ہے۔ کسانوں کے حقوق کے لیے کام کرنے والوں کا دعویٰ ہے کہ 2012 میں سندھ میں 13.46 ملین مزدور تھے جن میں سے تقریباً 7.7 ملین افراد کا تعلق دیہی علاقوں سے تھا جن کی

اکثریت بٹائی پر کام کرنے والے ہاریوں اور اجرت پر کام کرنے ولے مزدوروں پر مشتمل ہے۔ (محمد حسین خان، ڈان، 1 اکتوبر، صفحہ 1، بزنس اینڈ فنانس)

متفرق

چیف جسٹس میاں ثاقب نثار نے بوتل بند پانی فروخت کرنے والی مختلف کمپنیوں کی جانب سے حد سے زیادہ پانی استعمال کرنے کا ازخود نوٹس لیتے ہوئے ان کمپنیوں کی جانب سے پانی کے استعمال کے اعداد و شمار طلب کیے ہیں۔ چیف جسٹس کا کہنا تھا بوتل بند پانی فروخت کرنے والی کمپنیاں زیر زمین پانی مفت استعمال کرکے اپنی مصنوعات مہنگے داموں فروخت کررہی ہیں۔ سپریم کورٹ پانی کے تحفظ کے لیے ہر ممکن قدم اٹھائے گی۔ (ڈان، 15 ستمبر، صفحہ 1)

سپریم کورٹ نے بیرسٹر اعتزاز احسن سمیت بوتل بند پانی تیار کرنے والی کمپنیوں کے وکلاء کو ایک ساتھ بیٹھنے اور زیر زمین پانی کی معقول قیمت کے تعین کے حوالے سے قابل عمل منصوبہ کے ساتھ پیش ہونے کی ہدایت کی ہے۔ پانی فروخت کرنے والی مختلف کمپنیوں کے سربراہان بھی عدالت کے سامنے پیش ہوئے۔ چیف جسٹس نے دوران سماعت کہا ہے کہ پانی فروخت کرنے والی کمپنیاں سالوں سے زیر زمین پانی تقریباً مفت استعمال کررہی ہیں۔ چیف جسٹس نے بوتل بند پانی فروخت کرنے والی کمپنی نیسلے کے وکیل اعتزاز احسن کو مخاطب کرتے ہوئے کہا کہ ''اب اس ملک کو واپس لوٹانے کا وقت آ گیا ہے''۔ (ڈان، 17 ستمبر، صفحہ 1)

سپریم کورٹ نے بوتل بند پانی (منرل واٹر) تیار کرنے والی کمپنیوں کے پانی کے استعمال سے متعلق مقدمہ میں چاروں صوبائی چیف سیکریٹریوں کو طلب کرلیا ہے۔ چیف جسٹس میاں ثاقب نثار کی سربراہی میں قائم تین رکنی بینچ نے ایڈووکیٹ جنرل پنجاب کی ان کمپنیوں پر عائد ٹیکس سے متعلق رپورٹ مسترد کردی ہے۔ ایڈووکیٹ جنرل نے رپورٹ جمع کرواتے ہوئے کہا کہ پنجاب حکومت نے پانی کے استعمال کو مختلف

درجوں میں تقسیم کیا ہوا ہے۔ ایسی کمپنیاں جو ان علاقوں سے زیر زمین پانی نکالتی ہیں جہاں پانی کی قلت کا سامنا ہے، وہ کمپنیاں 75 پیسے فی لیٹر اور جن علاقوں میں پانی کی کمی نہیں ہے 15 پیسے فی لیٹر ادا کرتی ہیں۔ چیف جسٹس نے دوران سماعت کہا کہ نیسلے کمپنی شیخوپورہ میں چھ ایکڑ زمین سے اربوں روپے کا بوتل بند پانی فروخت کرتی ہے اور حکومت نے اس پر صرف 75 پیسے فی لیٹر ٹیکس عائد کیا ہے۔ عدالت نے بوتل بند پانی فروخت کرنے والی تمام کمپنیوں کے کھاتوں کی چھان بین کرنے اور ہفتہ وار رپورٹ پیش کرنے کا حکم دیا ہے۔ (ڈان، 25 اکتوبر، صفحہ 3)

II۔ زرعی مداخل

روایتی طریقہ زراعت

ایک مضمون کے مطابق پنجاب میں زیر زمین پانی کی سطح میں اضافے (واٹرلوگنگ) اور سیم و تھور کی وجہ سے 7,044,000 ایکڑ زرعی زمین پیداوار کے قابل نہیں رہی ہے۔ ایک نجی کمپنی نے ریتیلی اور غیر پیداواری زمین کو قابل کاشت بنانے کے لیے نامیاتی طریقہ اپنایا ہے، جس کے ذریعے مختلف اقسام کے باغات، فصلوں اور سبزیوں کی کامیابی سے کاشت کی گئی ہے۔ قصور میں دریائے ستلج کی ریتیلی زمین جہاں سیم و تھور سے متاثرہ زمین پر ناشپاتی کا باغ ایسی زمین کو کارآمد بنانے کی ایک مثال ہے۔ نجی کمپنی کے سربراہ سید بابر شاہ کا کہنا ہے کہ کئی سالوں کی سخت محنت اور تحقیق سے ایک نامیاتی کھاد تیار کی گئی ہے جو سیم و تھور کی شکار زمین کو قابل کاشت بناتی ہے۔ ماہر زراعت ڈاکٹر مبشر کا کہنا ہے کہ فصلوں پر کیمیائی کھاد اور دیگر کیمیائی اجزاء کا استعمال ماحولیاتی آلودگی اور انسانوں میں سرطان سمیت دیگر کئی بیماریوں کا باعث بن رہا ہے۔ کیمیائی کھاد کے مسلسل استعمال سے زمین کی زرخیزی بھی متاثر ہوتی ہے۔ اس کے برعکس قدرتی اجزاء سے تیار کردہ نامیاتی کھاد کے استعمال سے نا صرف مہنگی کیمیائی کھاد اور دیگر کیمیائی اجزاء کے اخراجات کم کرنے میں مدد ملتی ہے بلکہ پیداوار بھی بہتر اور معیاری ہوتی ہے۔ نامیاتی طریقہ سے تیار کی گئی زمین پر ہر قسم کی فصل کاشت کی جاسکتی ہے۔ نامیاتی کھاد کے استعمال سے پاکستان کو ایک سرسبز ملک میں

تبدیل کیا جاسکتا ہے اور بڑے پیمانے پر سبزیوں اور اجناس کی کاشت کی مدد سے خوراک کے تحفظ کو یقینی بنایا جاسکتا ہے۔ (آصف محمود، دی ایکسپریس ٹریبیون، 8 ستمبر، صفحہ 11)

ایک اخبار میں ملیر میں نامیاتی بنیادوں پر کاشت کاری کرنے والے شہزاد حسین نامی کاروباری شخصیت سے بات چیت شائع کی گئی ہے، جس میں شہزاد حسین کا کہنا تھا کہ ان کا بینک میں کام کرنے کا 23 سالہ تجربہ ہے اور وہ پاکستان میں نجی بینک کے سربراہ کے طور پر فرائض انجام دے چکے ہیں۔ انھوں نے مویشی بانی کے لیے ملیر کے علاقے مہران بیس کے عقب میں 10 ایکڑ زمین کرائے پر لی ہوئی ہے جہاں وہ گزشتہ دس سالوں سے موسمی فصلیں بھی کاشت کررہے ہیں جو نامیاتی سبزیوں پر مشتمل ہوتی ہیں۔ شہزاد حسین نے ''گرین کراچی'' کے نام سے فیس بک پیج اور واٹس اپ گروپ بھی قائم کیا ہوا ہے جس کے ذریعے وہ اپنی پیداوار فروخت کرتے ہیں جسے وہ نامیاتی یا آرگینک کہتے ہیں۔ عید الاضحیٰ کے موقع وہ جنتر کاشت کرتے ہیں جس سے انہیں اچھا منافع حاصل ہوتا ہے۔ شہزاد حسین کے پاس 100 بکریاں، 10 گائے، 15 بھیڑ اور بہت ساری مرغیاں ہیں۔ (دی ایکسپریس ٹریبیون، 13 ستمبر، صفحہ 4)

صنعتی طریقہ زراعت

وزیر ایکسائز اینڈ ٹیکسیشن پنجاب حافظ ممتاز نے لاہور میں چوتھی چین پاکستان زرعی نمائش کے آغاز کے موقع پر اس امید کا اظہار کیا ہے کہ سی پیک سے زرعی شعبہ میں تعاون کی نئی راہیں کھلیں گی اور بیج، کیمیائی کھاد اور کیمیائی زہر (پیسٹی سائیڈ) پر مبنی ٹیکنالوجی کا تبادلہ ہوگا۔ نمائش کی افتتاحی تقریب میں بڑے پیمانے پر لوگوں نے شرکت کی اور چینی و پاکستانی کمپنیوں کی جانب سے قائم کیے گئے نمائشی اسٹال میں دلچسپی کا اظہار کیا۔ (ڈان، 5 دسمبر، صفحہ 10)

اقوام متحدہ کا عالمی ادارہ برائے خوراک و زراعت (FAO) اور امریکی محکمہ خوراک کی جانب سے مشترکہ طور پر زمین کی زرخیزی کے حوالے سے جاری کردہ نقشے (سوائل فرٹیلٹی اٹلس) کے مطابق بلوچستان میں

کسان پانی اور دیگر مداخل کی قلت کی وجہ سے گندم جیسی اہم فصلیں کاشت کرنے کی حالت میں نہیں ہیں۔ تقریباً 81 فیصد کسانوں نے شکایت کی ہے کہ صوبہ بھر میں زراعت کے لیے پانی کی قلت سب سے بڑی رکاوٹ ہے۔ اس کے علاوہ 65 فیصد کسانوں نے اعلیٰ معیار کے بیجوں کی عدم فراہمی کی شکایت کی ہے جبکہ زرعی قرضوں تک رسائی صرف 61 فیصد کسانوں کو حاصل ہے۔ (ڈان، 11 دسمبر، صفحہ 10)

کراچی یونیورسٹی میں قائم لطیف ابراہیم جمال نیشنل سائنس انفارمیشن سینٹر میں منعقد کی گئی ایک پریس کانفرنس میں کہا گیا ہے کہ پانی و خوراک کے بحران پر قابو پانے کے لیے پاکستان کو فوری طور پر جدید زرعی ٹیکنالوجی اپنانے کی ضرورت ہے جو سیم وتھور میں اضافہ، جنگلات کا کٹاؤ اور بڑھتی ہوئی آبادی کی وجہ سے مزید بدتر ہوتا جارہا ہے۔ پریس کانفرنس کا مقصد تجارتی بنیادوں پر جینیاتی ٹیکنالوجی (بائیو ٹیکنالوجی) کے ممکنہ فوائد سے آگاہی فراہم کرنا تھا جو پاکستان کی پائیدار ترقی کے لیے مواقع فراہم کرتی ہے۔ اس موقع پر انٹرنیشنل سروس فار دی ایکیوزیشن آف ایگری بائیو ٹیک اپپلی کیشنز کی اس سال کی رپورٹ بھی جاری کی گئی جس میں عالمی سطح پر جینیاتی فصلوں کی کاشت کی صورتحال کو اجاگر کیا گیا ہے۔ رپورٹ کے مطابق سال 2017 میں پوری دنیا میں 189.9 ملین ہیکٹرز رقبے پر جینیاتی فصلیں کاشت کی گئی ہیں۔ جینیاتی فصلوں کی 90 فیصد کاشت امریکہ، برازیل، ارجنٹائن، کنیڈا اور بھارت میں ہوئی ہے۔ ایشیا پیسیفک میں جینیاتی فصلوں کی کاشت میں بھارت سرفہرست ہے جہاں 11.4 ملین ہیکٹر رقبے پر جینیاتی کپاس کاشت کی گئی۔ اسی طرح پاکستان میں بھی تین ملین ہیکٹر رقبے پر جینیاتی کپاس کاشت کی گئی۔ (ڈان، 20 دسمبر، صفحہ 16)

بیج

ایک مضمون کے مطابق عام طور پر پاکستان میں تمام اقسام کی فصلوں کے بیجوں کی ترسیل محدود ہے۔ زیادہ تر بیج کی اقسام غیر معیاری ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ فی ہیکٹر پیداوار کم ہے جس کے منفی اثرات پیداواری لاگت میں اضافے، کسانوں کو بھاری زرتلافی کی فراہمی، غذائی اجناس، چینی اور کپاس وغیرہ کی بلند قیمتوں

کی صورت میں نظر آتے ہیں۔ ملکی معیشت پر خوراک کی قیمت میں اضافے کی صورت اثرات مرتب ہوتے ہیں، مقامی پیداوار بین الاقوامی منڈیوں میں مقابلہ نہیں کرپاتی اور برآمدات کم ہو جاتی ہیں۔ ان مسائل کا سادہ حل یہ ہے کہ ملکی بیج کے شعبہ پر نظرثانی کی جائے، بڑے پیمانے پر کم قیمت معیاری بیج پیدا کرنے اور اس کی ملک بھر میں کسانوں تک رسائی کے نظام کو درست کرنے کی ضرورت ہے۔ بیج کے شعبہ کا اہم ترین مسئلہ یہ ہے کہ معیاری بیجوں کی ترسیل نجی شعبہ کے ہاتھ میں ہے۔ گزشتہ مالی سال کسانوں نے 82 فیصد معیاری بیج نجی شعبہ سے اور 12 فیصد سرکاری اداروں سے حاصل کیا جبکہ بقیہ چھ فیصد ضرورت درآمدی بیج سے پوری کی گئی۔ صنعتی ذرائع کا کہنا ہے کہ سرکاری ادارے گندم، کپاس اور دالوں کے بیجوں کی بہت تھوڑی طلب ہی پوری کرپاتے ہیں جبکہ دیگر کئی فصلوں کے بیجوں کی فراہمی میں حکومتی کردار نا ہونے کے برابر ہے۔ (محی الدین عظیم، ڈان، 3 ستمبر، صفحہ 4، بزنس اینڈ فنانس)

زرعی شعبہ سے وابستہ شراکت داروں نے پنجاب حکومت کی نئی زرعی پالیسی کو سخت تنقید کا نشانہ بنایا ہے۔ شعبہ سے وابستہ تاجروں کا کہنا ہے کہ تحریک انصاف حکومت کی تشکیل کردہ نئی زرعی پالیسی میں ملکی تاجروں کو یکساں مواقع فراہم نہیں کیے گئے ہیں۔ اس پالیسی سے صوبے میں کام کرنے والی بین الاقوامی کمپنیوں کو فائدہ ہوگا۔ نئی پالیسی کے تحت وفاق اور دیگر صوبائی حکومتوں کی مشاورت سے بیج کے اندراج اور اس حوالے سے قوائد وضوابط کے لیے پنجاب سیڈ رجسٹریشن اینڈ ریگولیشن اتھارٹی کے قیام کی تجویز دی گئی ہے۔ اتھارٹی کے قیام کا مقصد کمپنیوں کا اندراج اور انہیں بیج کی تھیلی پر درج درست معلومات کی فراہمی کے لیے ترغیب دینا ہے۔ لیبل پر فراہم کی گئی تفصیلات کے مطابق بیج کے معیار کو برقرار رکھنے، بیج کی جانچ خود کرنے اور اس کی خصوصیات لیبل پر درج کرنے کی ذمہ داری (ملکی) نجی کمپنی پر ہوگی۔ لیبل پر کیے گئے دعوؤں کی جانچ اتھارٹی کرے گی اور جھوٹے دعوے کی صورت میں جرمانہ اور پابندیاں عائد کرے گی۔ صدر سیڈ ایسوسی ایشن آف پاکستان (SAP) شفیق الرحمان کا کہنا ہے کہ وفاقی حکومت پہلے ہی بیج کے کاروبار کو کنٹرول کررہی ہے، ایک ہی شعبہ میں اس طرح کا متوازی نظام بیج کی صنعت میں مشکلات پیدا کرے گا۔ اس پالیسی مسودے میں بیج کمپنیوں کے لیے دہرا معیار تجویز کیا گیا ہے۔ یہ امتیازی سلوک ہے کہ

بین الاقوامی بیج کمپنیاں درست لیبل کے ساتھ بیج فروخت کریں لیکن مقامی کمپنیوں کو کہا جارہا ہے کہ وہ بیج کی آزمائشی کاشت اور اس کے اندراج کے عمل سے گزریں۔ (دی ایکسپریس ٹریبیون، 26 اکتوبر، صفحہ 13)

- ہائبرڈ بیج

پاکستانی بیج کمپنی ایم کے سیڈ نے باسمتی چاول کی دو ہائبرڈ اقسام (باسمتی سپر اور پوسا 1121) تیار کرنے کا دعوی کیا ہے جن کی پیداوار 40 فیصد زیادہ اور لمبے چاول پر مشتمل ہوگی۔ چاول کی ان نئی اقسام میں فی ہیکٹر آٹھ ٹن پیداواری صلاحیت ہے۔ کمپنی کا کہنا ہے کہ یہ اقسام مقامی طور پر ڈاکٹر مبشر چیمہ کی سربراہی میں تیار کی گئی ہیں جو تجارتی طور پر آئندہ دو سالوں میں دستیاب ہونگی۔ (بزنس ریکارڈر، 8 نومبر، صفحہ 16)

کھاد

کابینہ کی اقتصادی رابطہ کمیٹی نے کیمیائی کھاد تیار کرنے والے تین بند کارخانوں کو رعایتی قیمت پر گیس فراہم کرنے کا فیصلہ کیا ہے۔ تجزیہ کاروں کے مطابق آنے والے ربیع کے موسم میں کیمیائی کھاد کی طلب زیادہ ہوگی اور موجودہ کھاد کا ذخیرہ اگلے چار ماہ کی ضروریات کے لیے ناکافی ہے۔ اس دوران 0.3 ملین ٹن کھاد کی کمی کا خدشہ ہے۔ طلب پوری کرنے کے لیے حکومت کے پاس دو ہی راستے تھے، یا تو کھاد درآمد کی جائے یا کھاد کے کارخانوں کو زرتلافی فراہم کی جائے۔ کمیٹی نے اپنے حالیہ اجلاس میں بند کارخانوں کو فوری طور پر رعایتی قیمت پر گیس فراہم کرکے دوبارہ کھولنے کا فیصلہ کیا۔ (دی ایکسپریس ٹریبیون، 5 ستمبر، صفحہ 20)

ایک سال سے زائد عرصے سے گیس کی عدم فراہمی کی وجہ سے بند کھاد کے کارخانوں کو گیس کی فراہمی بحال کردی گئی ہے۔ کارخانوں کو گیس کی فراہمی سے آنے والے ربیع کے موسم میں یوریا کی طلب پوری ہونے کے امکانات روشن ہوگئے ہیں۔ ان کارخانوں کو اگلے چار ماہ تک گیس کی فراہمی جاری رہے گی۔ دو کارخانوں نے یوریا کی پیداوار شروع کردی ہے اور توقع ہے کہ دونوں کارخانے مشترکہ طور پر اگلے چار

مہینوں میں 300,000 ٹن یوریا تیار کریں گے جبکہ کل طلب 400,000 ٹن ہے۔ بقیہ 100,000 ٹن یوریا درآمد کرنے کے انتظامات کیے جارہے ہیں۔ (دی نیوز، 23 ستمبر، صفحہ15)

نیشنل فرٹیلائزر ڈیولپمنٹ سینٹر (NFDC) نے آئندہ سال جنوری کے مہینہ میں ملک میں یوریا کی قلت کی پیشنگوئی کی ہے۔ ادارے کے مطابق 100,000 ٹن یوریا درآمد کرنے اور مقامی سطح پر دو کارخانوں سے پیداوار کے آغاز کے بعد بھی اس سال دسمبر میں صرف 85,000 ٹن یوریا کھاد دستیاب ہوگی جبکہ جنوری 2019 میں 30,000 ٹن یوریا کی قلت کا خدشہ ہے۔ (بزنس ریکارڈر، 4 اکتوبر، صفحہ7)

گیس کی قیمت میں اضافہ کے بعد حکومت کی جانب سے زرتلافی فراہم کرنے کی یقین دہانی کے باوجود کھاد کی پیداواری لاگت پر اضافے کا بوجھ کسانوں پر منتقل کرنے کے لیے کارخانوں نے یوریا کی 50 کلو کی بوری پر 130 روپے تک کا اضافہ کردیا ہے۔ پاک کویت انویسٹمنٹ کمپنی کے اعلیٰ افسر عدنان سمیع شیخ کا کہنا ہے کہ کسانوں کو مدد فراہم کرنے کے لیے حکومت کھاد پر زرتلافی دینے پر غور کررہی ہے تاہم کھاد کی مقدار اور زرتلافی فراہم کرنے کے طریقہ کار کا ابھی تعین نہیں کیا گیا۔ حکومت کے ذمہ کھاد کمپنیوں کے زرتلافی کی مد میں واجبات اب بھی باقی ہیں یہی وجہ ہے کہ کھاد کمپنیوں نے فوری طور پر لاگت میں ہونے والے اضافے کو قیمت بڑھا کر کسانوں پر منتقل کردیا۔ (دی ایکسپریس ٹریبیون، 6 اکتوبر، صفحہ13)

وزیر خزانہ اسد عمر کی سربراہی میں اقتصادی رابطہ کمیٹی نے فرٹیلائزر ری ویو (FRC) کمیٹی کی سفارش پر درآمدی یوریا کی قیمت 1,712 روپے فی بوری (50 کلو) مقرر کردی ہے۔ FRC (ایف آر سی) کمیٹی کے اجلاس میں بتایا گیا تھا کہ منڈی میں مقامی یوریا کی قیمت 1,820 سے 1,850 روپے ہے جو بہت زیادہ ہے۔ صوبوں کے چیف سیکریٹریوں کو ہدایت کی گئی تھی کہ وہ یوریا کی ذخیرہ اندوزی اور زائد قیمت پر فروخت کے خلاف کارروائی کریں اور یوریا منڈی میں لائیں۔ (ڈان، 18 دسمبر، صفحہ10)

زرعی مشینری

- ٹریکٹر

ٹریکٹر کے تیار کنندگان نے گزشتہ تین ماہ میں ٹریکٹر کی فروخت میں کمی اور حکومت کی جانب سے استعمال شدہ ٹریکٹر کی درآمد کی اجازت دینے کی اطلاعات پر سخت تشویش کا اظہار کیا ہے۔ پاکستان ایسوسی ایشن آف آٹوموٹیو پارٹس اینڈ ایسی سریز مینوفیکچررز (PAAPAM) کے سابق چیئرمین نبیل ہاشمی کے مطابق معاشی سرگرمیوں میں کمی اور بلند شرح سود کی وجہ سے گزشتہ تین ماہ سے ٹریکٹر کی فروخت میں 21 فیصد کمی ہوئی ہے۔ رواں مالی سال کے ابتدائی دو ماہ میں 7,913 ٹریکٹر فروخت کیے گئے جبکہ پچھلے سال اسی دورانیہ میں یہ تعداد 9,757 تھی۔ (بزنس ریکارڈر، 26 ستمبر، صفحہ 5)

زرتلافی

کابینہ کی اقتصادی رابطہ کمیٹی کے اجلاس کے بعد وزیر اطلاعات فواد چوہدری نے کہا ہے کہ کمیٹی نے ربیع کے موسم میں 100,000 ٹن کھاد درآمد کرنے اور کسانوں کو فی بوری 960 روپے زرتلافی دینے کا فیصلہ کیا ہے۔ اس وقت مقامی منڈی میں یوریا کی قیمت تقریباً 1,615 روپے فی بوری (50 کلو) ہے جبکہ درآمدی یوریا کی قیمت 2,575 روپے فی بوری ہوگی جس پر حکومت 960 روپے فی بوری زرتلافی ادا کرے گی۔ (ڈان، 11 ستمبر، صفحہ 1)

ایک خبر کے مطابق پنجاب حکومت نے کسانوں کے لیے بھاری زرتلافی کے ذریعے جدید ٹیکنالوجی کے حصول کو ممکن بنانے کے لیے کسانوں سے درخواستیں طلب کی ہیں تاکہ پیداوار میں اضافہ اور زراعت کو جدید بنایا جاسکے۔ زرعی مشاورتی کمیٹی (ایگری کلچرل ایڈوائزری کمیٹی) کے اجلاس کی صدارت کرتے ہوئے ڈپٹی کمشنر علی اکبر بھٹی کا کہنا تھا کہ حکومت پنجاب قطرہ قطرہ آبپاشی نظام کی تنصیب پر 60 فیصد، شمسی پینل پر 80 فیصد اور ٹنل فارمنگ پر 50 فیصد زرتلافی فراہم کررہی ہے۔ (دی ایکسپریس ٹریبیون، 27 ستمبر، صفحہ 20)

سندھ کے کاشتکاروں نے صوبائی حکومت سے کہا ہے کہ وہ زرعی شعبہ پر پانی کی قلت کے اثرات کم کرنے اور درآمدی اخراجات کم کرنے کے لیے روغنی بیج کی فصلوں پر زرتلافی فراہم کرے۔ ایس سی اے نے پنجاب کی طرز پر ایک بلین روپے کی زرتلافی دینے کا مطالبہ کیا ہے جہاں پنجاب حکومت گزشتہ دو سال سے روغنی بیج کی فصلوں پر زرتلافی ادا کررہی ہے۔ نائب صدر ایس سی اے نبی بخش سہتو کا کہنا تھا کہ خوردنی تیل کی کاشت کو فروغ اور زرعی شعبہ کو زرتلافی کی فراہمی کے ذریعے صرف سندھ ہی ملکی (خوردنی تیل کے) درآمدی اخراجات کو سالانہ تین بلین ڈالر سے ایک بلین ڈالر تک کم کرنے میں مدد دے سکتا ہے۔ ان کا مزید کہنا تھا کہ گزشتہ دہائی کے دوران سورج مکھی اور سویابین کی کاشت میں کمی کی وجہ ان فصلوں کی قیمت میں کمی ہے۔ گزشتہ سال سندھ میں 65,000 ایکڑ رقبے پر روغنی بیج کی فصلیں کاشت کی گئی تھیں جبکہ ایک دہائی قبل ان فصلوں کا زیر کاشت رقبہ 300,000 ایکڑ تھا۔ (دی ایکسپریس ٹریبیون، 21 اکتوبر، صفحہ 5)

زرعی قرضے

ایک مضمون کے مطابق گزشتہ مالی سال صرف 18,606 بڑے زمینداروں نے 222.7 بلین روپے کے زرعی قرضے حاصل کیے ہیں جبکہ 1.752 ملین چھوٹے کسانوں نے صرف 183.6 بلین روپے کے زرعی قرضے حاصل کیے۔ اسی طرح درمیانے درجے کے 110,000 زمینداروں نے 76.3 بلین روپے کے قرضہ جات حاصل کیے۔ یہاں یہ بات ذہن میں رکھنا ضروری ہے کہ پنجاب اور خیبر پختونخوا میں 50 ایکڑ سے زیادہ زمین جبکہ سندھ اور بلوچستان میں 64 ایکڑ سے زیادہ زمین رکھنے والوں کو بڑا زمیندار کہا جاتا ہے۔ پنجاب اور کے پی کے میں 12.5 ایکڑ تک، سندھ میں 16 ایکڑ تک اور بلوچستان میں 32 ایکڑ تک زمین رکھنے والوں کو چھوٹا کسان کہا جاتا ہے۔ درمیانے درجے کا کسان تمام صوبوں میں اسے کہا جاتا ہے جو (زمینی ملکیت کے حساب سے) چھوٹے کسان اور بڑے زمیندار کے درجہ کے درمیان میں آتا ہو۔ زرعی قرضوں کی فراہمی میں چھوٹے کسانوں کو مستقل نظر انداز کیا جاتا ہے جس کی وجہ سے زرعی شعبہ میں ممکنہ ترقی کا مکمل حصول مشکل ہوجاتا ہے۔ ویسے تو ملک میں چھوٹے کسانوں کی بدحالی زمین کی ملکیت

سے لے کر جبری مشقت، فصلوں کے لیے پانی کی فراہمی یا زرعی مداخل کی دستیابی تک ہر سطح پر دیکھی جاسکتی ہے لیکن بینک بھی زرعی قرضوں کی فراہمی میں چھوٹے کسانوں کو نظر انداز کررہے ہیں جو حیرت انگیز ہے۔ (محی الدین اعظیم، ڈان، 15 اکتوبر، صفحہ 2، بزنس اینڈ فنانس)

زرعی محصول

سندھ اسمبلی میں وقفہ سوالات کے دوران وزیر ریونیو مخدوم محبوب زمان نے صوبائی اسمبلی کو بتایا کہ گزشتہ مالی سال زرعی محصول کی وصولی کا مقررہ ہدف صرف 21 فیصد حاصل کیا جاسکا ہے۔ صوبہ میں زرعی محصول کی وصولی کا نظام تسلی بخش نہیں ہے۔ مالی سال 2017-18 میں زرعی محصول کی وصولی کا ہدف ایک بلین روپے مقرر کیا گیا تھا۔ تاہم کراچی کے علاوہ 23 اضلاع سے صرف 211 ملین روپے ہی وصول کیے جاسکے۔ (ڈان، 15 نومبر، صفحہ 16)

III۔ غذائی فصلیں، پھل سبزی، نقدآور فصلیں و اشیاء

آنے والے ربیع کے موسم میں پانی کی متوقع کمی کے تناظر میں وفاقی کمیٹی برائے زراعت (FCA) نے گندم کا پیداواری ہدف 25.6 ملین ٹن مقرر کیا ہے جو گزشتہ سال کے ہدف 26.46 ملین ٹن سے 3.25 فیصد کم ہے۔ سیکریٹری وزارت قومی غذائی تحفظ و تحقیق ڈاکٹر محمد ہاشم پوپلزئی کی صدارت میں ہونے والے اجلاس میں صوبوں کو تجویز دی گئی ہے کہ وہ روغنی بیجوں اور دالوں کی کاشت پر توجہ مرکوز کریں تاکہ ان کے درآمدی اخراجات کم کیے جاسکیں۔ اس کے علاوہ 1,194,600 ہیکٹر رقبے پر 5.5 ملین ٹن مکئی کی پیداوار کا ہدف مقرر کیا گیا ہے۔ کمیٹی میں خریف کی فصلوں کا جائزہ لیتے ہوئے بتایا گیا کہ سال 2018-19 میں گنے اور چاول کی پیداوار کا اندازہ بالترتیب 68.25 ملین ٹن اور 7.1 ملین ٹن لگایا گیا ہے۔
(ڈان، 12 اکتوبر، صفحہ 10)

پنجاب کی پہلی خوراک کی پیداوار سے متعلق رپورٹ ''پنجاب فوڈ آؤٹ لک'' جاری کردی گئی ہے جس میں

ربیع کی تین اہم فصلوں گندم، آلو اور چنے کی پیداوار میں کمی کی پیشنگوئی کی گئی ہے۔ یہ تینوں فصلیں موسم سرما میں پنجاب کی 85 فیصد زرعی زمین پر کاشت کی جاتی ہیں۔ ملک میں چنے کی کل پیداوار کا 85 فیصد، آلو کی پیداوار کا 95 فیصد اور گندم کی پیداوار کا 77 فیصد پنجاب میں پیدا ہوتا ہے۔ حکومت پنجاب کی درخواست پر غذائی فصلوں کی صورتحال سے متعلق اقوام متحدہ کا ادارہ FAO (فاؤ) اور انٹرنیشنل فوڈ پالیسی ریسرچ انسٹی ٹیوٹ (IFPRI) کے اشتراک سے پنجاب فوڈ آؤٹ لک رپورٹ جاری کی گئی ہے۔ رپورٹ میں خشک سالی اور فصلوں پر بیماری میں اضافے کے نتیجے میں چنے کی پیداوار میں نو فیصد کمی دیکھی گئی ہے۔ پاکستان چنے کی پیداوار کرنے والا چوتھا بڑا ملک ہے۔ (ڈان، 13 دسمبر، صفحہ 2)

غذائی فصلیں

- گندم

محکمہ زراعت پنجاب نے بارانی علاقے کے کسانوں کو گندم کی زیادہ سے زیادہ پیداوار کے حصول کے لیے منظور شدہ بیج کاشت کرنے کا مشورہ دیا ہے۔ محکمے نے کسانوں پر زور دیا ہے کہ 15 نومبر تک بیجائی مکمل کرلیں اور منظور شدہ بیج نارک 2009، بی اے آر ایس (BARS) 2009، دھرابی 2011، پاکستان 2013، فتح جنگ 2016، احسان 2016، بارانی 2017، اور چکوال 50 کاشت کریں۔ محکمہ کے ترجمان نے مزید تجویز دی ہے کسان ایک ایکڑ زمین پر 40 سے 50 کلوگرام بیج استعمال کریں۔ (بزنس ریکارڈر، 2 نومبر، صفحہ 16)

ایس سی اے نے صوبے میں ربیع کے موسم میں پانی کی عدم دستیابی پر تشویش کا اظہار کرتے ہوئے گندم کی 50 فیصد بوائی متاثر ہونے کا امکان ظاہر کیا ہے۔ جنرل سیکریٹری زاہد بھرگڑی کی زیر صدارت ہونے والے اجلاس میں کسانوں سے زرعی قرضوں کی وصولی معطل کرنے کا مطالبہ کیا گیا ہے۔ زاہد بھرگڑی کا مزید کہنا تھا کہ روہڑی اور نارا کنال میں 50 فیصد پانی کم ہے اور یہ دونوں کنال ہی زیادہ تر گندم کے زیر کاشت رقبے کو سیراب کرتی ہیں۔ (ڈان، 5 نومبر، صفحہ 17)

ایک خبر کے مطابق کئی کسان تنظیموں نے حکومت کی جانب سے گندم کی امدادی قیمت 1,300 روپے فی من برقرار رکھنے پر تنقید کرتے ہوئے کہا ہے کہ حکومت مہنگائی اور مداخل کی قیمت میں اضافے کے مطابق گندم کی نئی امدادی قیمت مقرر کرے۔ کسان تنظیموں نے حکومت پر زور دیا ہے کہ وہ فوری طور پر اعلان کرے کہ سندھ، پنجاب اور پاکستان ایگری کلچرل اسٹوریج اینڈ سروسز کارپوریشن (PASSCO) کے پاس موجود 60 ملین گندم کی بوریوں کی موجودگی میں گندم کی خریداری کا اگلا ہدف کیا ہوگا۔ ان کا مزید کہنا تھا کہ گزشتہ پانچ سالوں سے گندم کی قیمت جمود کا شکار ہے جبکہ (اس دوران) روپے کی قدر میں 50 فیصد کمی ہوئی ہے جس کا مطلب ہے کہ کسانوں کی قوت خرید بھی آدھی ہوگئی ہے کیونکہ انہیں پیداوار کی قیمت میں اضافے کی اجازت نہیں دی جارہی۔ اس دوران مداخل کی قیمت بھی 50 فیصد بڑھ گئی ہے جو کسانوں پر مالی بوجھ ہے۔ (بزنس ریکارڈر، 21 نومبر، صفحہ 5)

ایک خبر کے مطابق سندھ حکومت نے گندم کی قیمت فروخت پلاسٹک کی 100 کلو بوری میں 3,250 روپے جبکہ پٹ سن کی بوری میں 3,315 روپے مقرر کردی ہے لیکن آٹا ملوں کو اب تک گندم کی فراہمی شروع نہیں کی گئی ہے۔ پاکستان فلور ملز ایسوسی ایشن (PFMA) سندھ کے چیئرمین محمد جاوید یوسف کا کہنا ہے کہ صوبائی کابینہ نے چار روز قبل گندم کی قیمت کا اعلان کردیا تھا۔ تاہم محکمہ خوراک گندم کی فراہمی سے گریزاں ہے۔ پنجاب میں ڈیڑھ ماہ پہلے ہی دونوں اقسام کی 100 کلوگرام کی گندم کی بوری کی قیمت 3,250 روپے مقرر کردی گئی تھی اور ملوں کو گندم کی ترسیل بھی جاری ہے۔ انہوں نے مزید کہا کہ سندھ میں اس سال گندم کی فروخت میں تاخیر کی وجہ ناقابل فہم ہے۔ سندھ میں اس وقت 1.7 ملین ٹن گندم کا ذخیرہ موجود ہے۔ (ڈان، 17 نومبر، صفحہ 10)

نقد آور فصلیں

- کپاس

صوبہ سندھ اور پنجاب کے کچھ علاقوں میں کپاس کی چنائی کا آغاز ہوگیا ہے۔ کپاس کمشنر ڈاکٹر خالد عبداللہ کے مطابق کپاس کی پیداوار میں اضافے کے رجحان کی کئی وجوہات ہیں جن میں زیر کاشت رقبے میں گزشتہ سال کے مقابلے دو فیصد اضافہ شامل ہے۔ صوبہ پنجاب میں کپاس کی بوائی میں 11 فیصد اضافہ ہوا ہے جبکہ سندھ میں کپاس کی بوائی میں پانی کی قلت اور خشک موسم کی وجہ سے 31 فیصد کمی آئی ہے۔ (بزنس ریکارڈر، 4 ستمبر، صفحہ 8)

کاٹن کروپ اسسمنٹ کمیٹی (CCAC) نے پانی کی کمی کی وجہ سے بوائی ہدف سے آٹھ فیصد کم ہونے کے بعد سال 2018-19 کے لیے کپاس کی پیداوار کا ہدف 25 فیصد کم کرکے 14.37 ملین گانٹھوں سے 10.84 ملین گانٹھیں کردیا ہے۔ اس سال کپاس 2.95 ملین ہیکٹر ہدف کے مقابلے 2.68 ملین ہیکٹر رقبے پر کاشت کی گئی ہے۔ ذرائع کا کہنا ہے کہ کپاس کے زیر کاشت علاقے میں گنے کی کاشت میں اضافہ، گندم کی کٹائی میں تاخیر اور پانی کی قلت کی وجہ سے کپاس کی کاشت میں کمی آئی ہے۔ (بزنس ریکارڈر، 13 ستمبر، صفحہ 1)

کپاس کمشنر ڈاکٹر خالد عبداللہ نے سینیٹ کی قائمہ کمیٹی برائے قومی غذائی تحفظ و تحقیق میں کپاس کی پیداوار کا مختصر جائزہ پیش کرتے ہوئے کہا ہے کہ ملک میں کپاس کی پیداوار میں 3.52 ملین گانٹھوں کی کمی کا خدشہ ہے۔ 14.37 ملین گانٹھوں کے ہدف کے مقابلے 10.84 ملین گانٹھیں کپاس کی پیداوار متوقع ہے۔ پانی کی شدید کمی کی وجہ سے کاشتکاروں نے کپاس کے زیر کاشت رقبے میں کمی کردی ہے جس کی وجہ سے کپاس کی پیداوار میں شدید کمی ہوگئی ہے۔ (بزنس ریکارڈر، 11 اکتوبر، صفحہ 19)

- گنا

سندھ میں گنے کے کاشت کار اس سال بھی گنے کی کرشنگ تاخیر سے شروع ہونے کے خدشہ سے دوچار ہیں۔ حکومت سندھ کی جانب سے کرشنگ کا موسم شروع کرنے اور گنے کی قیمت مقرر کرنے کے لیے شوگر مل مالکان اور کاشتکاروں کے درمیان مذاکرات کا عمل اب تک شروع نہیں کیا گیا ہے۔ نائب صدر ایس سی اے نبی بخش سہتو نے خدشہ ظاہر کیا ہے کہ پاکستان شوگر ملز ایسوسی ایشن (PSMA) اس سال بھی گنے کی قیمت کو چینی کی برآمد پر سرکاری زرتلافی سے مشروط کرے گی۔ (ڈان، 16 ستمبر، صفحہ 17)

سپریم کورٹ نے حسیب وقاص شوگر مل، چوہدری شوگر مل اور اتفاق شوگر مل کی جانب سے لاہور ہائی کورٹ کے فیصلے کے خلاف دائر کی گئی اپیل خارج کرتے ہوئے کپاس کے زیرکاشت جنوبی پنجاب کے اضلاع سے شوگر ملیں واپس اپنے پرانے مقام پر منتقل کرنے کا حکم دیا ہے۔ تاہم اپنے مختصر حکم نامے میں تین رکنی بینچ نے ملوں کو اجازت دی ہے کہ وہ شوگر مل کی مشینری منتقل کرنے کے بعد اس مقام کو کسی بھی قانونی کاروبار کے لیے استعمال کرسکتے ہیں۔ 2006 میں پنجاب حکومت نے ایک پالیسی جاری کی تھی جس کے تحت صوبے میں نہ کوئی نئی شوگر مل قائم کی جاسکتی ہے اور نہ ہی پہلے سے قائم شوگر مل کی پیداواری صلاحیت بڑھائی جاسکتی ہے۔ اس پالیسی کا مقصد کپاس کے زیر کاشت علاقے میں گنے کی کاشت کی حوصلہ شکنی تھا کیونکہ گنے کی فصل میں دیگر فصلوں کے مقابلے 18 فیصد زیادہ پانی استعمال ہوتا ہے۔ (ڈان، 14 ستمبر، صفحہ 1)

ایک خبر کے مطابق پانی کی کمی، مل مالکان کی جانب سے مقررہ قیمت پر گنا نہ خریدنے، کاشتکاروں کو ادائیگی میں تاخیر اور گنے کی کرشنگ میں تاخیر جیسی وجوہات کی وجہ سے سندھ میں سال 2018-19 میں گنے کی پیداوار میں تقریباً 15 فیصد کمی رپورٹ کی گئی ہے۔ پچھلے چار سالوں سے سندھ میں گنے کے زیر کاشت رقبے کا ہدف 320,000 ہیکٹر چلا آرہا ہے۔ نائب صدر SAB (ایس اے بی) محمود نواز شاہ کا کہنا ہے کہ متعدد ملوں نے تصدیق کی ہے کہ ان کے علاقوں میں 20 سے 25 فیصد گنے کے زیر کاشت رقبہ میں کمی آئی ہے۔ (ڈان، 27 ستمبر، صفحہ 17)

صدر ایس سی اے قبول محمد کاتھیان نے وفاقی حکومت سے ان زرعی مداخل پر زرتلافی دینے کا مطالبہ کیا ہے جن کی قیمت میں روپے کی قدر میں کمی کی وجہ سے اضافہ ہوا ہے۔ اجلاس میں ارکان نے کیمیائی کھاد، زرعی زہر، ہائبرڈ بیج، ڈیزل اور دیگر زرعی مداخل کی بڑھتی ہوئی قیمتوں پر شدید تحفظات کا اظہار کیا ہے۔ اجلاس میں گنے کی امدادی قیمت مقرر کرنے کے لیے سندھ شوگر کین بورڈ کا اجلاس طلب کرنے میں صوبائی حکومت کی جانب سے تاخیر کی مذمت بھی کی گئی۔ ارکان نے حکومت سندھ سے مطالبہ کیا ہے کہ فوری طور پر بورڈ کا اجلاس طلب کیا جائے اور گنے کی قیمت 250 روپے فی من مقرر کی جائے۔ (دی ایکسپریس ٹریبیون، 15 اکتوبر، صفحہ 5)

ایک خبر کے مطابق چھوٹے کسانوں نے وفاقی اور صوبائی حکومتوں سے درخواست کی ہے کہ سال 2018-19 کے لیے گنے کی امدادی قیمت 220 سے 250 روپے فی من مقرر کی جائے، شوگر ملوں کو کسانوں کے واجبات ادا کرنے کا حکم دیا جائے اور پانی کی شدید کمی کے مسئلے کو حل کیا جائے۔ سندھ ایگریکلچر ریسرچ کونسل (SARC) کے صدر علی پالھ ایڈوکیٹ سمیت دیگر مقررین نے حیدرآباد پریس کلب پر گنے کی کاشت اور پانی کی قلت کے موضوع پر ہونے والے مذاکرے میں کہا ہے کہ پانی کی کمی اور گنے کی کم قیمت کی وجہ سے کسانوں کا معاشی قتل ہورہا ہے۔ شوگر ملیں کسانوں کو گنے کی قیمت ادا کرنے میں تاخیر کرتی ہیں اور گزشتہ چار سالوں سے مسلسل کسانوں کو گنے کی جائز قیمت نہیں دی جارہی۔ (ڈان، 19 اکتوبر، صفحہ 17)

ایک خبر کے مطابق PSMA (پی ایس ایم اے) نے حکومت کی جانب سے گنے کی کرشنگ کے لیے مقرر کردہ نئی تاریخ پر اعتراض کیا ہے۔ ایک بیان میں پی ایس ایم اے کے چیئرمین اسلم فاروق نے کہا ہے کہ روایتی طور پر گنے کی کرشنگ کا آغاز 30 نومبر سے ہوتا ہے۔ تاہم نئی حکومت نے گنے کی کرشنگ کے لیے 15 نومبر کی تاریخ مقرر کی ہے جو نامناسب ہے کیونکہ اس وقت تک گنا پک کر تیار نہیں ہوتا۔ پی ایس ایم اے نے گنے کی کرشنگ سے پہلے سے حکومت کو چار مطالبات منظوری کے لیے پیش کیے ہیں۔

ان مطالبات میں ملوں کو واجب الادا زرتلافی کی ادائیگی، چینی کی مقامی قیمت کی بنیاد پر گنے کی کم سے کم قیمت کا تعین، وفاقی حکومت کی جانب سے ایک ملین ٹن چینی برآمد کرنے کی غیر مشروط اجازت اور چینی پر سیلز ٹیکس کی شرح فیڈرل بورڈ آف ریونیو (FBR) کی جانب سے مقرر کرنے بجائے اس کی خوردہ قیمت کے مطابق مقرر کرنے کے مطالبات شامل ہیں۔ (ڈان، 23 اکتوبر، صفحہ10)

سندھ ہائی کورٹ نے واجبات کی عدم ادائیگی سے متعلق گنے کے کاشتکاروں کی دائر کردہ درخواست پر سیکریٹری زراعت سندھ کو طلب کرلیا ہے۔ سندھ گروورز الائنس اور دیگر کاشتکاروں نے عدالت سے رجوع کرتے ہوئے کہا تھا کہ شوگر ملوں کی جانب سے بقایاجات کی عدم ادائیگی کے خلاف کاشتکاروں نے گنا کمشنر کے پاس سینکڑوں درخواستیں جمع کرائی ہیں جو تاحال تعطل کا شکار ہیں۔ گزشتہ سماعت کے دوران عدالت نے گنا کمشنر کو ہدایت کی تھی کہ وہ جائزہ لے کر بتائیں کہ آیا کاشتکاروں کو 160 روپے فی من گنے کی قیمت ادا کی جارہی ہے اور ساتھ ہی کسانوں کو گنے کی قیمت کی ادائیگی کو یقینی بنائیں۔ گنا کمشنر کی جانب سے عدالت کو بتایا گیا کہ انہیں کسانوں کی جانب سے 1,012 درخواستیں موصول ہوئی تھیں جنہیں شوگر ملوں کو بھجوادیا گیا تھا کہ وہ کسانوں کو ادائیگی کریں۔ عدالت نے عدم ادائیگی پر برہمی کا اظہار کرتے ہوئے سیکریٹری زراعت سندھ کو اگلی سماعت پر طلب کرلیا ہے۔ (ڈان، 23 اکتوبر، صفحہ17)

پی ایس ایم اے نے ملک بھر میں اگلے ماہ گنے کی کرشنگ شروع کرنے کے لیے چار مطالبات پیش کیے ہیں۔ پی ایس ایم اے نے حکومت سے 2011-12 سے اب تک کے 16.6 بلین روپے کے واجبات ادا کرنے اور گنے کی امدادی قیمت 180 روپے فی من کے بجائے چینی کی مقامی قیمت سے منسلک کرنے کا مطالبہ کیا ہے۔ پی ایس ایم اے نے یہ بھی مطالبہ کیا ہے کہ حکومت بغیر کسی شرائط کے ایک ملین ٹن چینی برآمد کرنے کی اجازت دے جبکہ وزارت تجارت نے صرف ان شوگر ملوں کو چینی برآمد کرنے کی اجازت دی ہے جنھوں نے کسانوں کے گزشتہ سال کے واجبات ادا کردیے ہوں۔ اس کے علاوہ FBR (ایف بی آر) 60 روپے فی کلو قیمت کے حساب سے ٹیکس وصول کرنے کے بجائے منڈی میں چینی کی قیمت کے

حساب سے ٹیکس وصول کرے۔ (بزنس ریکارڈر، 31 اکتوبر، صفحہ 6)

سندھ ہائی کورٹ نے واجبات کی عدم ادائیگی سے متعلق گنے کے کاشتکاروں کی تقریباً 1,300 درخواستوں کا جائزہ لینے کے لیے سات رکنی کمیٹی تشکیل دیدی ہے۔ کمیٹی کے سربراہ گنا کمشنر ہوں گے اور دونوں فریقین کے تین تین نمائندے اس کمیٹی میں شامل ہوں گے۔ شوگر ملیں اپنے تینوں نمائندے اگلے تین دنوں میں مقرر کریں گی۔ یہ کمیٹی ان درخواستوں کی انفرادی طور پر جانچ کرے گی اور درخواست گزار یا اس کے وکیل کے درخواست میں کیے گئے دعوے کی تصدیق کرے گی۔ درخواست گزار کو لازمی طور پر کمیٹی کے سامنے اپنے دعوے سے متعلق دستاویزات پیش کرنے ہوں گے۔ عدالت نے کمیٹی کو لازمی طور پر 45 دنوں میں کام مکمل کرنے اور سیکریٹری محکمہ زراعت کو اس کی رپورٹ عدالت میں جمع کروانے کی ہدایت کی ہے۔ (ڈان، 1 نومبر، صفحہ 15)

ایک خبر کے مطابق گنے کی کرشنگ 15 نومبر سے شروع ہوگی جبکہ حکومت نے گنے کی قیمت 180 روپے فی من مقرر کی ہے۔ حسیب وقاص شوگر مل پر گزشتہ سال کسانوں کے 100 ملین روپے واجب الادا تھے اور مل کو غیر قانونی طور پر ننکانہ صاحب سے تحصیل جتوئی، ضلع مظفر گڑھ منتقل کیا گیا تھا۔ بڑی تعداد میں عوام بشمول کسانوں نے احتجاج کرتے ہوئے دعویٰ کیا ہے کہ گنے کا موسم قریب ہے اور حکومت نے بھاولپور اور رحیم یارخان اضلاع جانے والے پل بند کردیے ہیں۔ (ڈان، 5 نومبر، صفحہ 6)

چینی کی صنعت نے حکومت پر گنے کی قیمت منڈی میں چینی کی قیمت فروخت کے مطابق مقرر کرنے اور حکومت پر شوگر ملوں کے واجب الادا بقایاجات ادا کرنے پر زور دیا ہے۔ چینی کی صنعت کا کہنا ہے کہ سندھ اور پنجاب میں 89 شوگر ملیں حکومت کی جانب سے زرتلافی کی مد میں ملوں کو 16 بلین روپے کی عدم ادائیگی اور ملکی منڈی میں چینی کی کم قیمت کی وجہ سے گنے کی کرشنگ شروع کرنے سے گریزاں ہیں۔ چیئرمین مہران شوگر مل محمد قاسم ہشام کا کہنا ہے کہ پنجاب کی ملیں بھی صوبائی حکومت کی جانب سے گنے کی

مقرر کردہ قیمت 180 روپے فی من پر کرشنگ شروع کرنے کو تیار نہیں ہیں۔ گو کہ سندھ حکومت نے اب تک 15 نومبر سے شروع ہونے والے کرشنگ کے موسم کے لیے باضابطہ طور پر گنے کی امدادی قیمت کا اعلان نہیں کیا ہے تاہم سندھ حکومت نے گنا کمشنر کو 182 روپے فی من قیمت یقینی بنانے کی ہدایت کی ہے۔ انہوں نے مزید کہا کہ سندھ میں بارشوں اور پانی کی کمی کی وجہ سے اس سال گنے کی پیداوار میں گزشتہ سال کے مقابلے 30 فیصد کمی متوقع ہے۔ (ڈان، 11 نومبر، صفحہ 11)

وزیر زراعت سندھ اسماعیل راہو نے سندھ شوگر کین بورڈ کے اجلاس کے دوران تمام شوگر ملوں کو 30 نومبر تک گنے کی کرشنگ شروع کرنے کے احکامات جاری کیے ہیں لیکن اب تک گنے کی امدادی قیمت مقرر نہیں کی گئی ہے۔ وزیر زراعت کا کہنا تھا کہ حکومت جلد گنے کی قیمت کا تنازعہ حل کرلے گی اور جلد ہی گنے کی قیمت کا اعلامیہ جاری کیا جائے گا۔ کسان چاہتے ہیں کہ گنے کی قیمت 200 روپے فی من مقرر کی جائے جبکہ بورڈ نے 180 سے 182 روپے فی من قیمت مقرر کرنے کی سفارش کی ہے۔ محکمہ زراعت سندھ نے فی ایکڑ فصل پر لاگت کا تخمینہ 100,000 روپے پیش کیا ہے جبکہ کسانوں کے مطابق یہ لاگت 130,000 فی ایکڑ تک پہنچ گئی ہے۔ ایک ایکڑ زمین پر تقریباً 650 من گنے کی پیداوار ہوتی ہے۔ (دی ایکسپریس ٹریبیون، 21 نومبر، صفحہ 20)

ایک خبر کے مطابق اقتصادی رابطہ کمیٹی کے اجلاس میں پیش کی گئی ایک رپورٹ میں انکشاف کیا گیا ہے کہ دیگر ممالک کے مقابلے پاکستان میں گنے کی (فی ایکڑ) پیداوار بہت کم ہے اور گنے کے زیر کاشت رقبے میں اضافہ کے باوجود سال 2018-19 میں گنے کی پیداوار میں کمی آئی ہے۔ پاکستان میں گنے کی فی ایکڑ اوسط پیداوار 620 سے 700 من ہے جو دیگر ممالک کے مقابلہ میں بہت کم ہے۔ گنے کے زیر کاشت رقبے اور پیداوار کے حوالے سے پاکستان دنیا میں پانچویں نمبر پر ہے جبکہ فی ایکڑ پیداوار کے حوالے سے پاکستان کا نمبر 53 واں ہے۔ رپورٹ میں کہا گیا ہے گزشتہ سات سالوں میں گنے کے زیر کاشت رقبے میں نو فیصد اضافہ ہوا ہے جبکہ گنے کی پیداوار میں 22 فیصد اضافہ ہوا ہے۔ وزارت قومی غذائی تحفظ وتحقیق

ہر سال کرشنگ کا موسم شروع ہونے سے پہلے گنے کی پیداواری لاگت کا تعین کرتی ہے اور پیداواری لاگت صوبائی حکومتوں کو بھیجتی ہے۔ سال 2018-19 میں پنجاب کے لیے گنے کی پیداواری لاگت 179 روپے فی من جبکہ سندھ کے لیے 178.08 روپے فی من مقرر کی گئی ہے۔ (بزنس ریکارڈر، 27 نومبر، صفحہ 7)

سندھ میں 38 میں سے چار شوگر ملوں نے شوگر فیکٹریز کنٹرول ایکٹ 1950 کے تحت مقرر کردہ تاریخ 30 نومبر پر کرشنگ شروع کردی ہے۔ جن ملوں نے کرشنگ شروع کی ہے ان میں ٹیاری شوگرمل، خیرپور شوگر مل، بھانڈی شوگر مل اور سانگھڑ شوگر مل شامل ہیں۔ زیادہ تر شوگر ملوں نے پی ایس ایم اے کے فیصلے کی تائید کی ہے جس نے پہلے ہی گنے کی کرشنگ وقت پر شروع کرنے سے معذوری ظاہر کردی تھی۔ شوگر ملیں گنے کی قیمت فی من 140 روپے مقرر کرنے پر اصرار کررہی ہیں۔ (ڈان، 30 نومبر، صفحہ 17)

وفاقی حکومت اور مل مالکان کے درمیان کرشنگ کے آغاز کے حوالے سے ہونے والے مذاکرات بے نتیجہ رہے ہیں اور کاشتکار ملوں کی ہٹ دھرمی کی وجہ سے متاثر ہورہے ہیں۔ کابینہ کی اقتصادی رابطہ کمیٹی کا خصوصی اجلاس مل مالکان کی ہٹ دھرمی کی وجہ سے بے نتیجہ رہا جو اپنے مطالبات کی منظوری تک کرشنگ شروع نہیں کرنا چاہتے۔ شوگر ملوں نے کمیٹی کی 15 نومبر سے گنے کی کرشنگ شروع کرنے کی ہدایت کے برخلاف اب تک گنے کی کرشنگ شروع نہیں کی ہے۔ کرشنگ میں تاخیر سے کسانوں کو گندم کی اگلی فصل کی کاشت میں پریشانیوں کا سامنا ہوسکتا ہے۔ (دی ایکسپریس ٹریبیون، 1 دسمبر، صفحہ 20)

محکمہ زراعت سندھ نے سال 2018-19 کے لیے گنے کی قیمت 182 روپے فی من مقرر کرنے کا اعلامیہ جاری کردیا ہے۔ سندھ میں کل 38 شوگر ملیں ہیں۔ اطلاعات کے مطابق ان میں سے 34 ملیں گنے کی کرشنگ کریں گی۔ اب تک صرف چار شوگر ملوں نے کرشنگ کا آغاز کیا ہے جبکہ امکان ہے کہ باقی ملوں میں اعلامیہ جاری ہونے کے بعد کرشنگ شروع ہوگی۔ پی ایس ایم اے نے اخبارات میں ایک اشتہار شائع کیا تھا جس میں کہا گیا تھا کہ یہ ملوں کے لیے ممکن نہیں کہ وہ گنے کی قیمت 180 روپے فی من ادا

کریں اور منڈی میں فی کلو چینی پر 15 روپے نقصان برداشت کریں۔ (ڈان، 8 دسمبر، صفحہ 17)

شوگر ملوں نے حال ہی میں سندھ حکومت کی جانب سے گنے کی قیمت 182 روپے فی من مقرر کرنے کے اعلامیہ کے خلاف سندھ ہائی کورٹ میں درخواست دائر کر دی ہے، جس کے بعد عدالت نے سیکریٹری محکمہ زراعت سندھ کو تمام متعلقہ دستاویزات کے ساتھ 18 دسمبر کو طلب کرلیا ہے۔ درخواست میں موقف اختیار کیا گیا ہے کہ 30 اکتوبر کو سندھ ہائی کورٹ نے صوبائی حکام کو شوگر فیکٹریز کنٹرول ایکٹ 1950 کے تحت شوگر کین کنٹرول بورڈ قائم کرنے اور سیکشن 16 کے تحت گنے کی قیمت مقرر کرنے کے لیے بورڈ کا فوری اجلاس منعقد کرنے کی ہدایت کی تھی۔ شوگر ملوں کے وکیل نے عدالت میں سات دسمبر کو جاری کردہ گنے کی قیمت کا اعلامیہ پیش کرتے ہوئے کہا ہے کہ متعلقہ حکام گنے کی قیمت مقرر کرتے ہوئے سیکشن 16 کے ضوابط پورے کرنے میں ناکام رہے ہیں۔ (ڈان، 11 دسمبر، صفحہ 17)

ایک مضمون کے مطابق گنے کے کاشتکاروں کے لیے اس سال بھی حالات گزشتہ سال سے مختلف نہیں ہیں۔ سندھ میں قائم 38 شوگر ملوں میں سے اب تک صرف چھ ملوں نے گنے کی کرشنگ شروع کی ہے جبکہ مل مالکان 182 روپے فی من گنے کی قیمت دینے کے لیے بھی رضامند نہیں ہیں۔ مل مالکان نے ایک بار پھر گنے کی مقررہ قیمت کے خلاف سندھ ہائی کورٹ میں درخواست دائر کی ہے، تاہم عدالت نے درخواست مسترد کردی ہے۔ گنے کی قیمت پر تنازعہ کھڑا ہونا ہر سال کا معمول بن گیا ہے۔ 2000 کی دہائی کے ابتدائی سالوں میں مل مالکان سرکاری قیمت پر عمل درآمد کیا کرتے تھے اور گنے کی کرشنگ 1950 کے ایکٹ کے مطابق اکتوبر کے وسط یا آخر تک شروع کردی جاتی تھی۔ تاہم پیپلز پارٹی کی حکومت نے اس ایکٹ میں ترمیم کرکے گنے کی کرشنگ کی تاریخ میں 30 نومبر تک توسیع کردی۔ اس کے باوجود شوگر مل مالکان ناتو وقت پر گنے کی کرشنگ شروع کرتے ہیں اور ناہی گنے کی قیمت پر عمل درآمد کرتے ہیں۔ سندھ میں 320,000 ہیکٹر رقبہ پر گنا کاشت کیا جاتا ہے جو زیادہ تر زیریں سندھ میں کاشت ہوتا ہے۔ لیکن گزشتہ کچھ عرصہ کے دوران سندھ کے بالائی علاقوں میں صرف گھوٹکی ہی میں پانچ شوگر ملیں قائم کی گئی

ہیں۔ اس کے علاوہ ناصرف صوبے میں ملوں کی تعداد میں اضافہ ہوا بلکہ متعدد ملوں کی گنا کرشنگ کی صلاحیت بھی 4,000 – 5,000 ٹن سے بڑھ کر 10,000 – 12,000 ٹن ہوگئی ہے۔ اس سے اندازہ لگایا جاسکتا ہے کہ چینی کا کاروبار کس حد تک منافع بخش ہے۔ مزید یہ کہ گنے سے چینی کے علاوہ دیگر مصنوعات بھی حاصل ہوتی ہیں۔ ماہر اقتصادیات قیصر بنگالی کا کہنا ہے کہ چینی کے شعبہ کے انتظامی ڈھانچہ میں ہی نقص پایا جاتا ہے جس کی وجہ سے فیصلے کا اختیار مل مالکان کے پاس ہے۔ 38 ملوں کے مالکان فیصلہ کرتے ہیں کہ کس قیمت پر گنا خریدا جائے۔ (محمد حسین خان، ڈان، 17 دسمبر، صفحہ 2، بزنس اینڈ فنانس)

وزیر اعلیٰ پنجاب سردار عثمان بوزدار نے واضح حکومتی ہدایت کے باوجود گنے کی کرشنگ شروع نہ کرنے والی ملوں کے خلاف قانونی کارروائی کرنے کی ہدایت کی ہے۔ اس سلسلے میں محکمہ خوراک کے وزیر، سیکریٹری اور گنا کمشنر کو ضروری ہدایات جاری کردی گئی ہیں۔ وزیر اعلیٰ پنجاب کا مزید کہنا تھا کہ ملوں کے مطالبات کی منظوری کے باوجود کرشنگ نہ کرنے کا کوئی جواز نہیں اور کسی کو بھی کسانوں کا استحصال کرنے کی اجازت نہیں دی جائے گی۔ سرکاری نرخ پر گنے کی فروخت کو یقینی بنایا جائے گا اور ملیں کسانوں سے گنا خریدنے کی پابند ہوں گی۔ (بزنس ریکارڈر، 20 دسمبر، صفحہ 5)

اشیاء

- آٹا

وزیر زراعت سندھ اسماعیل راہو نے صوبے میں اچانک آٹے کی قیمتوں میں اضافے کا نوٹس لیتے ہوئے ذمہ داروں کے خلاف فوری کارروائی کا حکم دیا ہے۔ صوبائی وزیر کا کہنا تھا کہ سندھ میں گندم کا کوئی بحران نہیں ہے گوداموں میں بڑی مقدار میں گندم موجود ہے۔ یہ سراسر ناانصافی ہے کہ عوام کو سرکاری نرخ سے زیادہ قیمت پر آٹا فروخت کیا جائے۔ (ڈان، 11 اکتوبر، صفحہ 17)

IV۔ مال مویشی، ماہی گیری اور مرغبانی

مال مویشی

وزیر صحت سندھ ڈاکٹر عذرا پیچوہو نے جان لیوا کانگو جراثیم سے تحفظ کے لیے محکمہ مال مویشی حکام کو ہدایت کی ہے کہ سندھ اور بلوچستان کی سرحدی چوکیوں سے داخل ہونے والے تمام مویشیوں پر چھڑکاؤ کیا جائے۔ خبر کے مطابق جناح ہسپتال کراچی میں داخل ہونے والے کانگو جراثیم سے متاثرہ 12 میں سے چار مریض عیدالاضحیٰ کے بعد جانبحق ہوگئے ہیں جبکہ تین مریض اب بھی زیر علاج ہیں۔ (دی ایکسپریس ٹریبیون، 5 ستمبر، صفحہ 5)

بلوچستان کے محکمہ مال مویشی کے ڈائریکٹر غلام حسین جعفر نے کہا ہے کہ حکومت نے مال مویشی اور گوشت کی پیداوار میں اضافے کے لیے ڈویژن کی سطح پر مال مویشی منڈیاں قائم کرنے کے لیے منصوبے کو حتمی شکل دے دی ہے۔ منڈیوں کے قیام کا اہم مقصد خرید و فروخت میں دلالوں (بروکرز) کے کردار کا خاتمہ اور مال مویشی پالنے والوں کی منڈی تک براہ راست رسائی کو یقینی بنانا ہے۔ انہوں نے مزید کہا کہ صوبے میں مال مویشی شعبہ خلیجی ممالک کو مویشی برآمد کرکے بھاری زرمبادلہ کمانے کی صلاحیت رکھتا ہے۔ (دی ایکسپریس ٹریبیون، 17 اکتوبر، صفحہ 7)

وزیر مال مویشی سندھ عبدالباری پتافی نے مٹھی، تھرپارکر میں ایک پریس کانفرنس کے دوران کہا ہے کہ تھرپارکر کے مال مویشیوں کو چارہ فراہم کرنے کے لیے حکومت کے پاس مالی وسائل کی کمی ہے۔ تھرپارکر کے سات ملین مال مویشیوں کو چارہ فراہم کرنا ایک مشکل اور مہنگا عمل ہے۔ صوبائی وزیر نے سیکریٹری سندھ کے صوبے کے تمام آفت زدہ اضلاع میں چارے کی فراہمی سے متعلق بیان سے لاعلمی کا اظہار کیا۔ انہوں نے مزید کہا کہ ”سندھ حکومت اپنی ذمہ داریاں پوری کررہی ہے، لیکن تھرپارکر پاکستان کا حصہ ہے اور وفاقی حکومت کو خشک سالی سے متاثرہ افراد کی مدد کے لیے آگے آنا چاہیے“۔ (دی ایکسپریس ٹریبیون، 23

اکتوبر، صفحہ 5)

حکومت سندھ نے تھر میں مال مویشی پالنے والے مستحق خاندانوں کو ان کی دہلیز پر چارہ پہنچانے کے آزمائشی منصوبے کا آغاز کیا ہے۔ تھر فوڈر ڈسٹری بیوشن پروجیکٹ نامی منصوبے پر مشترکہ طور پر محکمہ مال مویشی سندھ اور تھر فاؤنڈیشن کے ذریعے ضلع تھرپارکر کی چار یونین کونسلوں میں عمل درآمد ہوگا۔ منصوبے کے تحت 20,000 مویشی پالنے والے خاندانوں کو چارہ فراہم کیا جائے گا۔ (بزنس ریکارڈر، 26 نومبر، صفحہ 2)

ماہی گیری

پاکستان کی سمندری حدود میں شکار کرنے پر 18 بھارتی ماہی گیروں کو گرفتار کرلیا گیا ہے۔ ترجمان پاکستان میری ٹائم سیکیورٹی ایجنسی (PMSA) کے مطابق ان ماہی گیروں کو دو کشتیوں سمیت حراست میں لیا گیا تھا جنہیں بعد میں مزید قانونی کارروائی کے لیے ڈاکس تھانے کے حوالے کردیا گیا ہے۔ (ڈان، 13 ستمبر، صفحہ 16)

بھارتی جیل سے رہائی پانے والے 14 پاکستانی ماہی گیر کراچی پہنچ گئے ہیں۔ ان ماہی گیروں کو 26 ستمبر کو واہگہ سرحد پر پاکستانی حکام کے حوالے کیا گیا تھا۔ ایک دن ایدھی ہوم میں قیام کے بعد انہیں ایدھی فاؤنڈیشن کی مدد سے کراچی لایا گیا ہے۔ ان ماہی گیروں کی رہائی کے بعد اب بھی بھارتی جیلوں میں 52 ماہی گیر قید ہیں۔ (ڈان، 30 ستمبر، صفحہ 15)

ترجمان PMSA (پی ایم ایس اے) کے مطابق ادارے نے 12 بھارتی ماہی گیروں کو مبینہ طور پر پاکستانی سمندری حدود میں مچھلیوں کا شکار کرنے کے الزام میں حراست میں لے لیا ہے۔ ماہی گیروں کی ایک کشتی بھی ضبط کرلی گئی ہے۔ ان بھارتی ماہی گیروں کو مزید قانونی کارروائی کے لیے ڈاکس پولیس کے حوالے کردیا گیا ہے۔ (ڈان، 19 اکتوبر، صفحہ 15)

ایک خبر کے مطابق پی ایم ایس اے نے پاکستانی سمندری حدود میں شکار کرنے والے 16 بھارتی ماہی گیروں کو گرفتار کرلیا ہے۔ بھارتی ماہی گیروں کی دو کشتیاں بھی ضبط کرلی گئی ہیں۔ گرفتار ہونے والے تمام ماہی گیروں کا تعلق بھارتی ریاست گجرات سے ہے جنہیں مزید قانونی کارروائی کے لیے مقامی پولیس کے حوالے کردیا گیا ہے۔ (ڈان، 24 اکتوبر، صفحہ16)

پی ایم ایس اے نے غیر قانونی طور پر پاکستانی حدود میں مچھلیوں کا شکار کرنے والے 12 بھارتی ماہی گیروں کو گرفتار کرلیا ہے۔ گرفتار ماہی گیروں کی دو کشتیوں کو بھی ضبط کرلیا گیا ہے اور انھیں مزید قانونی کارروائی کے لیے ڈاکس پولیس اسٹیشن کے حوالے کردیا گیا ہے۔ (ڈان، 19 نومبر، صفحہ14)

پی ایم ایس اے نے 22 بھارتی ماہی گیروں کو گرفتار کرکے ان کی تین کشتیوں کو ضبط کرلیا ہے۔ پی ایم ایس اے کے ترجمان کا کہنا ہے کہ ماہی گیروں کو پاکستانی سمندری حدود میں غیر قانونی طور پر شکار کرنے کے جرم میں گرفتار کیا گیا ہے۔ (بزنس ریکارڈر، 1 دسمبر، صفحہ3)

۷۔ تجارت

برآمدات

- گندم

کابینہ کی اقتصادی رابطہ کمیٹی نے ملک میں گندم کے 10.2 ملین ٹن اضافی ذخیرے کے تناظر میں 0.5 ملین ٹن گندم زرتلافی کے ساتھ برآمد کرنے کی اجازت دیدی ہے۔ زرتلافی کی مد میں قومی خزانے پر 6.5 بلین روپے کا بوجھ پڑے گا۔ ایک سرکاری عہدیدار کے مطابق کمیٹی کو پیش کی گئی اصل سفارشات میں 3.1 ملین ٹن گندم اور اس سے بنی اشیاء کی برآمد پر 40.5 بلین روپے زرتلافی دینے کی تجویز دی گئی تھی۔ ذرائع کے مطابق پنجاب، سندھ اور PASSCO (پاسکو) کی درخواست پر وزارت قومی غذائی تحفظ و تحقیق نے

گندم کے ذخائر اور ان کی دیکھ بھال پر آنے والی لاگت کم کرنے کے لیے 3.1 ملین ٹن گندم برآمد کرنے کی تجویز دی تھی۔ (ڈان، 21 نومبر، صفحہ 10)

عالمی تجارتی ادارے (WTO) کے رکن ممالک نے پاکستان کو گندم کی برآمد پر زرتلافی دینے پر WTO (ڈبلیو ٹی او) کے قوانین کے تحت کارروائی کرنے کا عندیہ دیا ہے۔ پاکستان نے حال ہی میں 0.5 ملین ٹن گندم برآمد کرنے کی اجازت دی ہے جس پر زرتلافی دینے پر ڈبلیو ٹی او کے رکن ممالک نے شدید تحفظات کا اظہار کیا تھا۔ ان ممالک کا کہنا تھا کہ پاکستان کی جانب سے گندم کی برآمد پر دی جانے والی زرتلافی اس کی برآمد پر آنے والی لاگت (فریٹ چارجز) سے کہیں زیادہ ہے۔ (دی ایکسپریس ٹریبیون، 27 نومبر، صفحہ 13)

- چاول

پاکستان میں انڈونیشیا کے سفیر ایوان سودھائی عامری نے کہا ہے کہ انڈونیشیا پاکستان سے 2019 میں ایک ملین ٹن چاول درآمد کرنے کے لیے دونوں ممالک کے لیے قابل قبول طریقہ کار وضع کرنے کے لیے کام کررہا ہے۔ ایوان صنعت و تجارت ملتان (MCCI) کے ارکان سے بات کرتے ہوئے انھوں نے تاجروں کو 24 تا 28 اکتوبر انڈونیشیا میں منعقد ہونے والی تجارتی نمائش میں شمولیت کی دعوت بھی دی۔ (دی ایکسپریس ٹریبیون، 29 ستمبر، صفحہ 20)

- چینی

کابینہ کی اقتصادی رابطہ کمیٹی نے بغیر کسی حکومتی امداد و زرتلافی کے ایک ملین ٹن چینی برآمد کرنے کی منظوری دے دی ہے۔ فیصلے کے مطابق صرف وہ شوگر ملیں چینی برآمد کرسکیں گی جنہوں نے کسانوں کے 2017-18 کے تمام گنے کے بقایا جات ادا کردیے ہوں۔ (بزنس ریکارڈر، 3 اکتوبر، صفحہ 1)

اسٹیٹ بینک نے شوگر ملوں کو کہا ہے کہ وہ چینی کی برآمد کے لیے کسانوں کے بقایاجات ادا کریں اور گنے کی کرشنگ نومبر سے شروع کریں۔ حکومت کی جانب سے ایک ملین ٹن چینی برآمد کرنے کی توثیق کرتے ہوئے بینک نے یہ شرائط عائد کی ہیں۔ چینی کی برآمد کے لیے ملوں کو متعلقہ گنا کمشنر کی تصدیقی سند درکار ہوگی کہ مل نے کسانوں کو سال 18-2017 کے تمام واجبات ادا کردیے ہیں۔ 15 نومبر کے بعد ایسی ہی ایک اور سند بھی درکار ہوگی جس میں تصدیق کی گئی ہو کہ مل نے پوری پیداواری صلاحیت کے ساتھ گنے کی کرشنگ کا آغاز کردیا ہے۔ چینی کی برآمد کے لیے یہ تصدیق بھی لازم ہوگی کہ شوگر مل ملک میں کسی بھی بینک کی نادہندہ نہیں ہے۔ (ڈان، 31 اکتوبر، صفحہ10)

ایک خبر کے مطابق حکومت نے شوگر ملوں کو مزید ایک لاکھ ٹن چینی برآمد کرنے اور ایک ملین ٹن چینی کی برآمد پر عائد شرائط نرم کردی ہیں۔ ملوں پر 15 نومبر تک کرشنگ شروع کرنے کی پابندی بھی ختم کردی گئی ہے۔ وزیر خزانہ اسد عمر کی سربراہی میں اقتصادی رابطہ کمیٹی نے شوگر ملوں کو زرتلافی کی مد میں حکومت پر واجب الادا رقم میں سے فوری طور پر دو بلین روپے ادا کرنے کا حکم بھی دیا ہے تاکہ ملیں گنے کی کرشنگ کا آغاز کرسکیں جو پہلے ہی تاخیر کا شکار ہے جس کی وجہ سے کسان مشکلات کا شکار ہیں۔ اکتوبر کے پہلے ہفتے میں کمیٹی نے ایک ملین ٹن چینی اس شرط کے ساتھ برآمد کرنے کی منظوری دی تھی کہ ملیں 15 نومبر کو کرشنگ کا آغاز کریں گی اور صرف وہ ملیں چینی برآمد کرسکیں گی جنہوں نے کسانوں کے گزشتہ سال کے بقایاجات ادا کردیے ہوں۔ (ڈان، 5 دسمبر، صفحہ10)

- گوشت

چین نے گوشت اور اس سے بنی مصنوعات کی برآمدی منڈی تک رسائی کے لیے پاکستان میں منہ کھر کی بیماری سے محفوظ زون قائم کرنے کی پیشکش کی ہے۔ چین میں حفظان صحت کے سخت معیارات کی وجہ سے پاکستانی گوشت اور اس سے بنی اشیاء کی اس وقت چینی منڈی تک براہ راست رسائی نہیں ہے۔ اس کے علاوہ مشرق وسطی بھی ایسی برآمدات کے لیے بڑی منڈی ہے۔ پاکستانی برآمد کنندگان کی توجہ مشرق وسطی

کی منڈی تک محدود ہے۔ مالی سال 2017-18 میں گوشت اور اس سے بنی مصنوعات کی برآمدات میں صرف 2.26 اضافہ ہوا ہے۔ حکام کے مطابق ایک پاکستانی وفد اس وقت چین کے دورے پر ہے اور توقع ہے کہ گوشت کی چینی منڈی تک رسائی کے لیے کچھ پیش رفت ہوگی۔ گوشت کے ایک برآمد کنندہ کاشف اکرم کا کہنا ہے کہ پاکستان بذریعہ ویتنام چین گوشت برآمد کررہا ہے۔ (دی ایکسپریس ٹریبیون، 13 نومبر، صفحہ13)

- کینو

ایک خبر کے مطابق برآمد کنندگان کو ملائیشیا کینو کی برآمد میں واضح اضافہ کرنے کا مشورہ دیا گیا ہے۔ ملائیشیا میں چینی نسل کے لوگ بڑی تعداد میں آباد ہیں جو پانچ فروری کو منائے جانے والے نئے سال کی تقریبات کی تیاری کررہے ہیں۔ روایتی طور پر چینی نئے سال کے آغاز پر ایک دوسرے کو کینو بطور مقدس پھل تحفے میں دیتے ہیں۔ اس حوالے سے یہ درست وقت ہے کہ اس پھل کو فروخت کے لیے پیش کیا جائے جو چینیوں میں مقبول ہے۔ کینو کے برآمد کنندہ احمد جواد نے ذرائع ابلاغ سے بات کرتے ہوئے کہا ہے کہ پاکستان سے کینو کی برآمد کا ہدف 270,000 ٹن مقرر کیے جانے کا امکان ہے جبکہ ملک میں 2.2 ملین ٹن کینو کی پیداوار کا اندازہ لگایا گیا ہے۔ (دی ایکسپریس ٹریبیون، 24 نومبر، صفحہ13)

- سمندری خوراک

ایک خبر کے مطابق رواں مالی سال پاکستان سے سمندری خوراک کی برآمد پہلے ہی 11.31 فیصد کم ہوچکی ہے۔ اگر بلوچستان حکومت نے سندھ کی ماہی گیر کشتیوں کو اپنی 12 بحری میل تک سمندری حدود میں شکار کرنے کی اجازت نہیں دی تو برآمدات مزید 80 فیصد تک کم ہونے کا خدشہ ہے۔ سندھ ٹرالرز اونرز اینڈ فشرمین ایسوسی ایشن (STOFA) کے صدر حبیب اللہ خان نیازی کا کہنا ہے کہ اگر بلوچستان حکومت نے پابندی برقرار رکھی تو برآمدات مزید کم جائیں گی اور کارخانے بند ہو جائیں گے۔ (بزنس اریکارڈر، 7 دسمبر، صفحہ 7)

درآمدات

سینیٹ کی قائمہ کمیٹی برائے تجارت نے حکومت کو سستی خوراک کی درآمد اور پڑوسی ممالک سے سبزیوں اور پھلوں کی غیرقانونی درآمد روکنے کے لیے مؤثر اقدامات کی تجویز دی ہے۔ اس کے علاوہ کمیٹی نے پاسکو کو بھی بلوچستان کے کسانوں سے پھل اور سبزیاں خریدنے کی تجویز دی ہے۔ سستی سبزیوں اور پھلوں کی درآمد کے بلوچستان کے کسانوں پر پڑنے والے اثرات سے متعلق سینیٹر میر کبیر احمد شاہی کا کہنا تھا کہ حکومت ایسی پالیسیاں اپناتی ہے جو بلواسطہ اور بلاواسطہ بلوچستان کے کسانوں کو متاثر کرتی ہیں۔ حکومت پھل و سبزیوں کے منڈی میں آنے کے موسم میں بھارت، افغانستان اور ایران سے ان اشیاء کی درآمد کی اجازت دیتی ہے۔ سینیٹر نے حکومت پر زور دیا ہے کہ بلوچستان کے کسانوں کی مدد کے لیے پھل و سبزیوں کی درآمدات محدود کی جائیں۔ (ڈان، 18 اکتوبر، صفحہ10)

- کپاس

ایک خبر کے مطابق حکومت کی جانب سے کپاس کی درآمد پر عائد پانچ فیصد سیلز ٹیکس ختم کیے جانے کا امکان ہے۔ ذرائع کے مطابق کپڑے کی برآمدات کو بہتر بنانے کے لیے 10 جنوری، 2017 کو اس وقت کے وزیر اعظم نے کپاس کی درآمد پر سیلز ٹیکس اور ڈیوٹی کی شرح صفر کردی تھی۔ تاہم بعد میں کابینہ کی اقتصادی رابطہ کمیٹی کے فیصلے پر یہ چھوٹ واپس لے لی گئی تھی۔ اب ایف بی آر نے کپاس کی درآمد پر پانچ فیصد سیلز ٹیکس کی شرح پھر صفر کرنے کی تجویز دی ہے۔ (بزنس ریکارڈر، 7 اکتوبر، صفحہ12)

پاکستان کسان اتحاد کے صدر خالد کھوکھر نے کہا ہے کہ کپڑا ملیں واہگہ اور طورخم سرحد کے راستے خام کپاس درآمد کررہی ہیں۔ انہوں نے کپاس کی درآمد کی مخالفت کرتے ہوئے اسے غیر قانونی، مقامی کسانوں اور قومی مفاد کے خلاف قرار دیا۔ تقریباً 50,000 ٹن کپاس سے لدے 300 ٹرک طورخم سرحد پر محکمہ تحفظ نباتات (پلانٹ پروٹیکشن ڈیپارٹمنٹ) اور وزارت قومی غذائی تحفظ و تحقیق کی منظوری کے منتظر ہیں۔ کپاس درآمد کرنے کی اجازت دینے سے نا صرف مقامی منڈی میں کپاس کی قیمت متاثر ہوگی بلکہ یہ مقامی کپاس

کی پیداوار کو بھی نقصان پہنچائے گی کیونکہ سرحد پر درآمدی کپاس پر کیڑے مار ادویات کا چھڑکاؤ کا نظام (فیومی گیشن) نہیں ہے۔ اس کے علاوہ خام کپاس کی درآمد غیرقانونی بھی ہے کیونکہ یہ صرف محکمہ نباتات کی منظوری اور اس حوالے سے قوانین کے مطابق اقدامات کے بعد صرف کراچی کی بندرگاہ سے ہی درآمد کی جاسکتی ہے جہاں کپاس کو قرنطینہ اور جراثیم سے پاک کرنے کی سہولت موجود ہے۔ (ڈان، 16 نومبر، صفحہ 2)

ایک خبر کے مطابق کپاس کی پیداوار میں کمی کی وجہ سے پاکستان کو 1.5 بلین ڈالر مالیت کی چار ملین گانٹھیں کپاس درآمد کرنا پڑیں گی۔ ذرائع کے مطابق کپاس کی درآمد سے ناصرف ملک کے درآمدی اخراجات میں اضافہ ہوگا بلکہ (کپڑے کی) پیداواری لاگت بھی بڑھے گی۔ اس وقت کپاس کی درآمد پر تین فیصد کسٹم ڈیوٹی، ایک فیصد ایڈیشنل کسٹم ڈیوٹی اور پانچ فیصد سیلز ٹیکس نافذ ہے۔ پاکستان گزشتہ کچھ سالوں سے اوسطاً 10 ملین گانٹھیں کپاس پیدا کررہا ہے جبکہ اس کی طلب 14 ملین گانٹھوں سے زیادہ ہے۔ کپاس کی بوائی ہدف سے آٹھ فیصد کم ہونے کے بعد CCAC (سی سی اے سی) نے سال 2018-19 کے لیے کپاس کا پیداواری ہدف 14.37 ملین گانٹھوں سے کم کرکے 10.847 ملین گانٹھیں کردیا تھا۔ (بزنس ریکارڈر، 19 نومبر، صفحہ 1)

وفاقی حکومت نے زمینی راستے سے کپاس کی درآمد کے لیے حفاظتی معیارات پرعمل درآمد کی سہولیات فراہم کرنے کے لیے قوانین (پلانٹ کورنٹین رولز) میں ترمیم کرنے کا فیصلہ کیا ہے۔ یہ فیصلہ کابینہ کی اقتصادی رابطہ کمیٹی کے حالیہ اجلاس میں طورخم سرحد سے کپاس کی درآمد کے معاملے پر بحث کے بعد کیا گیا۔ ذرائع کے مطابق ملکی کپڑے کی صنعت میں کپاس کی سالانہ کھپت 12 سے 15 ملین گانٹھیں ہے جسے پوری کرنے کے لیے پاکستان کپاس درآمد کرتا ہے۔ (بزنس ریکارڈر، 3 دسمبر، صفحہ 1)

- دالیں

ایک خبر کے مطابق عالمی منڈی میں دالوں کی قیمتوں میں کمی کے رجحان کی وجہ سے اس کی درآمدات مالی

سال 18-2017 میں کم ہونے کے بعد دوبارہ بڑھنا شروع ہوگئی ہے۔ مالی سال 19-2018 کے ابتدائی چار ماہ میں دالوں کی درآمد بڑھ کر 316,324 ٹن ہوگئی ہے جس کی مالیت 202 ملین ڈالر ہے جبکہ گزشتہ سال اس ہی مدت کے دوران 172 ملین ڈالر مالیت کی 192,942 ٹن دالیں درآمد کی گئی تھیں۔ عالمی منڈی میں دالوں کی قیمت میں کمی کے برعکس روپے کی قدر میں کمی کی وجہ سے ملک کی تھوک منڈیوں میں دالوں کی قیمت میں اضافہ دیکھا گیا ہے۔ مونگ، مسور اور چنے جیسی متعدد دالوں کی قیمتوں میں جون سے اب تک فی کلو 10 روپے اضافہ ہوا ہے۔ (ڈان، 21 نومبر، صفحہ 10)

- ٹماٹر

کسٹم حکام نے آزاد جموں وکشمیر سے غیر قانونی طور پر لاہور ترسیل کیے جانے والے تین بھارتی ٹماٹر کے ٹرک گجرانوالہ کے نزدیک ضبط کرلیے ہیں۔ ٹماٹروں کا کل وزن 21,440 کلوگرام ہے جس کی مالیت چار ملین روپے ہے۔ ترجمان کسٹم کا کہنا ہے کہ گرفتار کیے گئے ڈرائیور کے مطابق یہ ٹماٹر مقبوضہ کشمیر سے درآمد کیے گئے تھے جنہیں لاہور کی منڈیوں میں ترسیل کیا جانا تھا۔ ترجمان کا مزید کہنا تھا کہ ان دنوں پاکستان اور بھارت کے درمیان پھل سبزی وغیرہ کی درآمد و برآمد پر مکمل پابندی ہے۔ پاکستان حکومت نے آزاد جموں وکشمیر کو یہ خصوصی سہولت دی ہے کہ وہ مقبوضہ کشمیر سے اس طرح کی اشیاء بغیر کسی محصول کے تیتری نوٹ چوکی کے راستے درآمد کرسکتا ہے۔ ان درآمد شدہ اشیاء کو آزاد جموں وکشمیر کے علاوہ پاکستان کے کسی اور علاقے میں ترسیل نہیں کیا جاسکتا۔ (ڈان، 27 ستمبر، صفحہ 2)

- کھاد

وزیر خزانہ اسد عمر کی سربراہی میں کابینہ کی اقتصادی رابطہ کمیٹی کے اجلاس میں بتایا گیا ہے کہ یوریا کی کھیپ درآمد ہوچکی ہے۔ حکومت نے مقامی منڈی میں یوریا کی کمی کے تناظر میں ستمبر میں 100,000 ٹن یوریا درآمد کرنے کی منظوری دی تھی۔ کمیٹی نے یوریا کو فوری طور پر منڈی میں ترسیل کرنے کا حکم دیا ہے۔ کمیٹی کو بتایا گیا ہے کہ یوریا کی ترسیل 24 گھنٹوں میں شروع ہو جائے گی۔ (ڈان، 13 دسمبر، صفحہ 10)

VI- کارپوریٹ شعبہ

کھاد کمپنیاں

- فوجی فرٹیلائزر بن قاسم

ایک خبر کے مطابق فوجی فرٹیلائزر بن قاسم (FFBL) کو 30 ستمبر، 2018 کو ختم ہونے والی سہ ماہی میں 104 فیصد اضافے کے بعد 1.16 بلین روپے منافع حاصل ہوا ہے۔ جبکہ گزشتہ سال اسی مدت کے دوران کمپنی کو 518 ملین روپے منافع حاصل ہوا تھا۔ (دی ایکسپریس ٹریبیون، 26 اکتوبر، صفحہ 20)

- فاطمہ فرٹیلائزر

ایک خبر کے مطابق 30 ستمبر کو ختم ہونے سہ ماہی میں فاطمہ فرٹیلائزر کمپنی (FFC) کے منافع میں سات فیصد اضافہ ہوا ہے۔ کمپنی نے 2.77 بلین روپے منافع حاصل کیا جو گزشتہ سال اسی مدت کے دوران 2.58 بلین روپے تھا۔ (دی ایکسپریس ٹریبیون، 31 اکتوبر، صفحہ 20)

کارپوریٹ لابی

فیڈریشن آف پاکستان چیمبرز آف کامرس اینڈ انڈسٹری (FPCCI) کے بزنس مین پینل (BMP) نے حکومت پر زور دیا ہے کہ کم ہوتے ہوئے آبی وسائل اور پینے و دیگر اہم مصارف کے لیے پانی محفوظ کرنے کے لیے زیادہ پانی استعمال کرنے والی گنا اور چاول کی فصلوں کی پیداوار کو محدود کیا جائے جب تک کہ دیامر بھاشا اور مہمند ڈیم تعمیر نہیں ہو جاتے۔ محکمہ موسمیات خبردار کرچکا ہے کہ اس سال مون سون بارشوں اور برفباری میں کمی کی وجہ سے خشک سالی جیسی صورتحال ہوسکتی ہے۔ منگلا ڈیم میں بھی 50 فیصد سے کم پانی ذخیرہ ہوسکا ہے جس کی وجہ سے ربیع میں بیجائی کے وقت پانی کی کمی ہوگی۔ اس لیے ضروری ہے کہ صوبائی حکومتیں گنا اور چاول کی کاشت کو محدود کریں جن میں بہت زیادہ پانی استعمال ہوتا ہے اور ان نقد آور فصلوں کو فروغ دیں جو کم پانی سے کاشت ہوتی ہیں۔ (بزنس ریکارڈر، 10 ستمبر، صفحہ 5)

بلوچستان حکومت کی جانب سے سندھ کے ماہی گیروں پر بلوچستان کی سمندری حدود میں 12 بحری میل تک شکار پر پابندی کے خلاف کشتی مالکان نے سپریم کورٹ سے رجوع کرنے کا فیصلہ کیا ہے جنہیں خدشہ ہے کہ اگر کشتیوں کو پکڑنے کا سلسلہ جاری رہا تو ماہی گیری کا شعبہ مکمل طور پر تباہ ہو جائے گا۔ بلوچستان کی جانب سے عائد پابندی کی وجہ سے جولائی تا نومبر 19-2018 میں سمندری خوراک کی برآمدات میں 13 فیصد کمی آئی ہے۔ STOFA (اسٹوفا) کے صدر حبیب اللہ خان نیازی کا کہنا ہے کہ گزشتہ ہفتہ بلوچستان کے حکام نے سندھ کے ماہی گیروں کی 15 کشتیوں کو حراست میں لے کر ڈیزل اور لاکھوں روپے مالیت کی شکار کی گئی مچھلی ضبط کرلی۔ (بزنس ریکاردر، 19 دسمبر، صفحہ 5)

چیئرمین پاکستان فشریز ایکسپورٹرز ایسوسی ایشن سید اخلاق حسین عابدی نے کہا ہے کہ سندھ کی ماہی گیر کشتیوں نے بلوچستان حکومت کی جانب سے کئی کشتیوں کو ضبط کرنے کے بعد بلوچستان کی حدود میں ماہی گیری روک دی ہے۔ انہوں نے اس خدشے کا اظہار کیا کہ گہرے سمندر میں ماہی گیری کی موجودہ پالیسی سے پاکستان سمندری خوراک کی برآمد سے محروم ہوجائے گا۔ سندھ کی ماہی گیر کشتیوں پر بلوچستان کی پابندی کا فوری حل نکالا جائے۔ گورنر سندھ، وزیر اعلیٰ سندھ اور وفاقی حکومت کو برآمدی شعبہ کے مسائل کو حل کرنے اور موجودہ بحران ختم کرنے کے لیے کوشش کرنی چاہیے۔ پاکستان میں ماہی گیری کا سب سے بڑا شعبہ کراچی میں ہے جس کا سمندری خوراک کی برآمد میں حصہ 80 فیصد ہے۔ (بزنس ریکارڈر، 20 دسمبر، صفحہ 2)

- گندم

آٹا مل مالکان نے سندھ حکومت پر زور دیا ہے کہ وہ (ملوں کو) گندم کی قیمت فروخت کا اعلامیہ جاری کرے۔ اخبار سے بات کرتے ہوئے PFMA (پی ایف ایم اے) سندھ کے چیئرمین جاوید یوسف کا کہنا تھا کہ گزشتہ سال سندھ حکومت نے اگست کے مہینہ میں گندم کی قیمت فروخت مقرر کردی تھی اور ستمبر کے آغاز سے گندم کا اجراء شروع ہو گیا تھا لیکن اس سال محکمہ خوراک سندھ نے اب تک گندم کی قیمت کا

اعلان نہیں کیا۔ مسئلہ کے حل کے لیے پی ایف ایم اے کے وفد نے سیکریٹری محکمہ خوراک سندھ نواز شیخ سے ملاقات کی ہے۔ ملاقات میں سیکریٹری محکمہ خوراک کا کہنا تھا کہ انہوں نے پلاسٹک کی بوری میں 100 کلوگرام گندم کی قیمت 3,150 روپے جبکہ پٹ سن کی بوری میں 100 کلوگرام گندم کی قیمت 3,250 روپے مقرر کرنے کی سمری منظوری کے لیے وزیر اعلیٰ سندھ کو بھیج دی ہے۔ محکمہ خوراک سندھ اس سال آٹا ملوں کو ایک ملین ٹن گندم فراہم کریگا۔ (ڈان، 14 اکتوبر، صفحہ 10)

پنجاب کی آٹا ملوں نے گندم برآمد کرنے کی مخالفت کرتے ہوئے گندم سے تیار شدہ اشیاء برآمد کرنے کا مطالبہ کیا ہے۔ حبیب الرحمٰن لغاری کی قیادت میں ہونے والے پی ایف ایم اے، پنجاب کے اجلاس میں مطالبہ کیا گیا ہے کہ گندم برآمد کرنے کے بجائے آٹا اور گندم سے تیار شدہ دیگر اشیاء کی زمینی اور سمندری راستوں سے برآمد کی اجازت دی جائے۔ اس پالیسی سے ناصرف بند پڑی مقامی آٹا ملیں فعال ہونگی اور ہزاروں افراد کو روزگار ملے گا بلکہ ملک کو مزید زرمبادلہ بھی حاصل ہوگا۔ (ڈان، 1 نومبر، صفحہ 2)

- چاول

ایک خبر کے مطابق کینیا کے کسٹم حکام نے پاکستانی چاول کے 600 کنٹینروں کو ممباسا بندرگاہ پر روک لیا ہے۔ پاکستانی چاول کے برآمد کنندگان کا کہنا ہے کہ کینیا کے حکام اس کھیپ کو 100 فیصد جانچ اور تصدیق کا معاملہ قرار دے رہے ہیں۔ چیئرمین رائس ایکسپورٹر ایسوسی ایشن آف پاکستان (REAP) سمیع اللہ چوہدری نے اس معاملے پر تحفظات کا اظہار کرتے ہوئے کہا ہے کہ کسٹم کے تمام تقاضوں کو پورا کیا گیا ہے۔ انہوں نے مزید کہا کہ پاکستانی سفارت خانے کی مداخلت اور کوششوں کے باوجود کینیا کے حکام تعاون نہیں کررہے ہیں۔ (بزنس ریکارڈر، 8 ستمبر، صفحہ 3)

وزارت تجارت نے کینیا کی بندرگاہ پر رکی ہوئی پاکستانی چاول کی کھیپ جلد از جلد جاری کرنے کے لیے کینیا کے حکام سے رابطہ کیا ہے۔ محکمہ کے ترجمان کے مطابق پاکستانی چاول کی کسی کھیپ کو کینیا میں

حفظان صحت کے معیار پر پورا نہ اترنے کی وجہ سے نہیں روکا گیا ہے۔ کینیا میں موجود پاکستانی سفارتکار نے وہاں کے عہدیداروں سے رابطہ کیا ہے جن کا کہنا ہے کہ پاکستان کی کسی بھی خاص کھیپ کی خصوصی جانچ نہیں کی جارہی۔ موجودہ صورتحال وقتی ہے اور کچھ ہفتوں میں صورتحال معمول پر آجائے گی۔ ترجمان کا مزید کہنا تھا کہ دیگر ممالک سے آنے والے اجناس غذائی معیار پر پورا نہیں اترے جس کی وجہ سے (عارضی طور پر) پاکستانی کھیپ بھی روکی گئی تھی۔ (ڈان، 25 ستمبر، صفحہ10)

وزارت تجارت کے حکام نے کہا ہے کہ چاول کو خصوصی مراعات حاصل کرنے والے شعبہ جات کی فہرست میں شامل کرنے کے لیے تجویز تیار کرلی گئی ہے تاکہ اس کی برآمد میں اضافہ کرکے زرمبادلہ حاصل کیا جاسکے۔ وزارت یہ تجویز اقتصادی رابطہ کمیٹی کے اگلے اجلاس میں پیش کرے گی۔ اس وقت پانچ شعبہ جات برآمدات میں اضافے کے لیے سیلز ٹیکس، بجلی اور گیس کی بندش سے استثنیٰ اور بجلی کے نرخوں میں رعایت حاصل کررہے ہیں۔ ریپ نے وزیر اعظم کے مشیر برائے تجارت سے ملاقات میں چاول کو اہم برآمدی شعبہ جات کی فہرست میں شامل کرنے پر زور دیا تھا۔ (ڈان، 1 نومبر، صفحہ10)

سندھ اور بلوچستان میں چاول ملوں میں بجلی کی طویل بندش کی وجہ سے چاول کی برآمد متاثر ہورہی ہے۔ REAP (ریپ) نے وفاقی اور صوبائی حکام پر سندھ اور بلوچستان کی چاول ملوں کو بجلی کی بندش کا مسئلہ حل کرنے پر زور دیا ہے۔ چاول ملوں کو یومیہ 15 گھنٹے تک بجلی کی بندش کا سامنا ہے جس کی وجہ سے چاول کی برآمدات کا عمل بری طرح متاثر ہورہا ہے۔ (بزنس ریکارڈر، 8 دسمبر، صفحہ13)

- گنا

ایک خبر کے مطابق پی ایس ایم اے نے ایک ملین ٹن چینی برآمد کرنے کی اجازت طلب کی ہے۔ چینی برآمد کرنے کی تجویز شوگر ایڈوائزری بورڈ کے اجلاس میں پیش کی گئی۔ وزارت صنعت و پیداوار کی جانب سے پیش کیے گئے اعداد و شمار کے مطابق 2017-18 میں ملک میں 7.158 ملین ٹن چینی دستیاب تھی۔

مقامی طلب 5.200 ملین ٹن کے بعد 1.959 ملین ٹن اضافی چینی کے ذخیرے کا اندازہ لگایا گیا تھا۔ چیئرمین پی ایس ایم اے جاوید کیانی کا اس حوالے سے کہنا ہے کہ وقت پر گنے کی کرشنگ شروع کرنا اور ضرورت سے زیادہ چینی کا ذخیرہ ختم کرنا اہم مقصد ہے اس لیے فوری طور پر ایک ملین ٹن چینی برآمد کرنے کی اجازت مانگی گئی ہے۔ اس وقت افغانستان سے 360 سے 380 ڈالر فی ٹن قیمت پر چینی فروخت کرنے کی پیشکشیں موصول ہو رہی ہیں۔ اس سال بھارت میں چینی کی بہت زیادہ پیداوار (36 ملین ٹن) متوقع ہے۔ جب بھارتی چینی منڈی میں آئے گی تو پاکستان افغانستان چینی برآمد کرنے کا موقع کھودے گا۔ وزارت صنعت و پیداوار اگلے کچھ دنوں میں متعلقہ وزارتوں سے مشاورت کے بعد اس معاملے کو کابینہ کی اقتصادی رابطہ کمیٹی میں پیش کرے گی۔ (بزنس ریکارڈر، 12 ستمبر، صفحہ 1)

ایک خبر کے مطابق پی ایس ایم اے نے حکومت پر زور دیا ہے کہ چینی کو چین برآمد کی جانے والی محصولات سے مستثنیٰ اشیاء کی فہرست میں شامل کیا جائے تاکہ دونوں ممالک کے درمیان تجارتی عدم توازن کو بہتر بنایا جاسکے۔ وزیر اعظم کے مشیر برائے تجارت و صنعت اور ٹیکسٹائل کو لکھے گئے ایک خط میں پی ایس ایم اے نے کہا ہے کہ گزشتہ سال ملک میں چینی کی 6.6 ملین ٹن شاندار پیداوار ہوئی جبکہ سال 2016-17 کی دو ملین ٹن چینی پہلے ہی ذخائر میں موجود تھی۔ پچھلی حکومت نے دو ملین ٹن چینی برآمد کرنے کے لیے زرتلافی فراہم کی تھی جس کی 60 فیصد ادائیگی اب بھی حکومت پر واجب الادا ہے۔ اگر ملوں کو یہ واجبات ادا نہیں کیے گئے تو مل گنے کی کرشنگ شروع نہیں کرسکیں گے۔ خط میں مزید کہا گیا ہے کہ شوگر ملیں چین کو ایک ملین ٹن چینی برآمد کرسکتی ہیں جس سے نا صرف مقامی منڈی میں چینی کی قیمت بہتر ہوگی بلکہ ملوں کو گنے کی امدادی قیمت ادا کرنے میں بھی مدد ملے گی اور ساتھ ہی ملک کو زرمبادلہ بھی حاصل ہوگا۔ (بزنس ریکارڈر، 17 اکتوبر، صفحہ 17)

ایک خبر کے مطابق شوگر مل مالکان حکومت پر نادہندہ ملوں کو چینی برآمد کرنے کی اجازت دینے کے لیے دباؤ ڈال رہے ہیں۔ حکومت نے شوگر ملوں کو چینی برآمد کرنے کی اجازت دیتے ہوئے کچھ شرائط عائد کی

تھیں جس میں یہ شرط بھی شامل تھی کہ نادہندہ شوگر ملوں کو چینی برآمد کرنے کی اجازت نہیں ہوگی۔ اب ملیں چاہتی ہیں کہ حکومت یہ شرط ختم کردے۔ پی ایس ایم اے کا یہ بھی مطالبہ ہے کہ وفاقی اور صوبائی حکومتوں کا کردار ختم کرنے کے لیے گنے کی قیمت اور چینی کی برآمد کو ڈی ریگولیٹ یعنی منڈی پر چھوڑ دیا جائے۔ (دی ایکسپریس ٹریبیون، 28 نومبر، صفحہ 20)

- کپاس

وزیر خزانہ اسد عمر کی سربراہی میں کابینہ کی اقتصادی رابطہ کمیٹی کے اجلاس میں تمام تر حفاظتی معیارات (سینٹری اور سائٹو سینٹری) پر عمل درآمد کی شرط پر طورخم سرحد کے ذریعے افغانستان اور وسطی ایشیائی ممالک سے کپاس درآمد کرنے کی اجازت دیدی گئی ہے۔ آل پاکستان ٹیکسٹائل ملز ایسوسی ایشن (APTMA) کی درخواست پر طورخم سرحد سے کپاس درآمد کرنے کی اجازت دی گئی ہے۔ کپاس کے مقامی درآمد کنندگان کو برآمدی ملک کے محکمہ تحفظ نباتات کی تصدیقی سند (سرٹیفیکٹ) بھی پیش کرنی ہوگی۔ وفاقی وزیر قومی غذائی تحفظ و تحقیق کا کہنا ہے کہ کپاس ایک انتہائی حساس فصل ہے اور مختلف اقسام کے کیڑوں مکوڑوں کی حامل ہوتی ہے جس پر کیڑے مار ادویات کا چھڑکاؤ (فیومیگیشن) ضروری ہے۔ کپاس کی بیماری اور اس کے متوقع منفی اثرات کی جانچ کی سہولت صرف کراچی میں دستیاب ہونے کی وجہ سے پلانٹ کورنٹائن ایکٹ کے تحت صرف سمندری راستے ہی سے کپاس درآمد کی جاسکتی ہے۔ (ڈان، 23 نومبر، صفحہ 10)

- مرغبانی

چیئرمین پاکستان پولٹری ایسوسی ایشن (PPA) خلیل ستار نے کہا ہے کہ مرغی کا گوشت جو پاکستان میں مہنگا تصور کیا جاتا تھا اب لحمیات (پروٹین) کے حصول کا سستا ترین ذریعہ بن چکا ہے۔ مرغیوں کی زیادہ تر خوراک مکئی، ٹوٹا چاول، گندم کا چھلکا اور روغنی بیج وغیرہ پر مشتمل ہوتی ہے۔ مرغی کے وزن میں فوری اضافے پر صارف فوراً یہ نتیجہ اخذ کرلیتا ہے کہ مرغی کو ہارمون دیے جارہے ہیں۔ اگر مرغبانی کی صنعت ہارمون استعمال کرتی تو ہارمون کی بڑی تعداد ملک میں درآمد ہوتی اور درآمدی اعداد و شمار میں ظاہر بھی

ہوتی۔ انہوں نے مزید کہا کہ ہارمون کے استعمال کے بغیر امریکہ میں فارمی مرغیوں کا وزن پاکستان کے مقابلے کہیں زیادہ تیزی سے بڑھتا ہے۔ امریکہ، برازیل اور ارجنٹائن میں خوردنی تیل اور خوردنی اجناس کی قیمت کم ہے۔ ان ممالک میں مرغیوں کی خوراک میں توانائی پر مشتمل اجزاء پاکستان میں بننے والی خوراک کے مقابلے کہیں زیادہ ہوتے ہیں۔ پاکستان میں ہر سال 1.2 بلین سے زیادہ برائیلر مرغیوں کی پیداوار ہوتی ہے اور پاکستان دنیا میں برائیلر مرغیاں پیدا کرنے والا گیارہواں بڑا ملک ہے۔ (ٹریبیون، 16 ستمبر، صفحہ 13)

ایک خبر کے مطابق PPA (پی پی اے) کے زیر اہتمام مرغبانی سے متعلق تین روزہ نمائش ''انٹرنیشنل پولٹری ایکسپو 2018'' لاہور ایکسپو سینٹر میں 27 ستمبر سے شروع ہوگی۔ 29 ستمبر تک جاری رہنے والی اس نمائش میں انسانی صحت کے لیے مرغی کے گوشت کی اہمیت اور اس صنعت کی ممکنہ بڑھوتری کو اجاگر کیا جائے گا۔ اس نمائش میں سماجی تنظیموں، ذرائع ابلاغ، صحت و طب سے جڑے ماہرین کے ساتھ مذاکرے کا بھی اہتمام کیا جائے گا۔ (بزنس ریکارڈر، 27 ستمبر، صفحہ 17)

وزیر مال مویشی پنجاب سردار حسنین بہادر دریشک نے لاہور میں مرغبانی سے متعلق نمائش ''انٹرنیشنل پولٹری ایکسپو 2018'' کا افتتاح کرتے ہوئے کہا ہے کہ حکومت مرغبانی شعبہ کو درپیش مسائل سے پوری طرح واقف ہے اور انہیں حل کرنے کے لیے پر عزم ہے۔ حکومت کی جانب سے مرغیوں کی خوراک کو جنرل سیلز ٹیکس (GST) سے مستثنیٰ قرار دینا، مرغیوں کی خوراک کے لیے خام مال پر محصول (ریگولیٹری ڈیوٹی) میں کمی اس حوالے سے کچھ اہم اقدامات ہیں جو موجودہ حکومت نے کیے ہیں۔ (بزنس ریکارڈر، 28 ستمبر، صفحہ 13)

- گوشت

چیئرمین آل پاکستان میٹ پروسیسرز اینڈ ایکسپورٹرز ایسوسی ایشن (APMPEA) نصیب احمد سیفی نے حکومت

پر زور دیا ہے کہ گوشت کی برآمد کو بھی دیگر برآمدی شعبہ جات خصوصاً کپڑے کی صنعت کے مساوی مراعات دی جائیں ہے۔ دو بلین ڈالر سے زیادہ کی برآمدات کے باوجود اس شعبہ کو ایک صنعت کے طور پر تسلیم نہیں کیا جارہا۔ اگر اس شعبہ کو دیگر شعبہ جات کی طرح مراعات دی جائیں تو یہ پانچ سالوں میں 10 بلین ڈالر کی صنعت بن سکتی ہے۔ انہوں نے مزید کہا کہ پاکستان مسلمان ملک ہونے کے باوجود 3.6 ٹریلین ڈالر کی عالمی حلال منڈی سے فائدہ نہیں اٹھارہا ہے اور پاکستان کا اس عالمی منڈی میں حصہ ایک فیصد سے بھی کم ہے۔ (بزنس ریکارڈر، 28 ستمبر، صفحہ 13)

VII۔ بیرونی امداد

اقوام متحدہ کے ادارے فاؤ نے بلوچستان حکومت کے اشتراک سے صوبہ کی زرعی شعبہ سے وابستہ دیہی آبادی کے لیے دو منصوبوں کا آغاز کیا ہے۔ ان منصوبوں کے لیے آسٹریلیا کا سرکاری ادارہ ڈپارٹمنٹ آف فورین افیئرز اینڈ ٹریڈ (DFAT) مالی امداد فراہم کریگا۔ منصوبے کے پہلے مرحلے میں چاغی، کیچھ، خاران، نوشکی، پنجگور اور واشک اضلاع میں 175,000 کسان مردوں اور عورتوں کو فائدہ پہنچایا گیا ہے۔ دوسرے مرحلہ میں پیداوار کو منڈی تک پہنچانے کے لیے کاشت کاری کرنے والے اور مویشی پالنے والے مرد و عورت کسانوں کو منڈی سے جوڑنے کے لیے منظّم کیا جائے گا۔ دوسرے منصوبے کے تحت زرعی شعبہ سے وابستہ عورتوں کو بااختیار بنایا جائے گا۔ ایک بیان کے مطابق 445 عورتوں کو زرعی کاروبار کے لیے پہلے ہی تربیت دی جاچکی ہے۔ (دی ایکسپریس ٹریبیون، 20 نومبر، صفحہ 7)

عالمی بینک

عالمی بینک کے 11 رکنی وفد نے وزیر اعلیٰ سندھ سید مراد علی شاہ سے ملاقات میں کراچی سمیت سندھ میں متعدد اداروں میں اصلاحات اور ترقی کے لیے دس بلین ڈالر فراہم کرنے پر اتفاق کیا ہے۔ آبپاشی و زراعت کے شعبوں میں اصلاحات اور موسمی تبدیلی سے مطابقت پیدا کرنے کے لیے بھی عالمی بینک نے

300 ملین ڈالر کے منصوبہ کی تجویز پیش کی ہے جس میں صوبائی حکومت کا حصہ 150 ملین ڈالر ہوگا۔ وزیر اعلیٰ سندھ کا کہنا ہے کہ اس منصوبے کے تحت دادو کنال، رائس کنال، اکرم واہ، پھلیلی کنال اور گھوٹکی فیڈر کنال کی مرمت و بحالی کا کام کیا جائے گا۔ اس کے علاوہ عالمی بینک نے ماہی گیری شعبہ میں اصلاحات و بحالی کے لیے بھی 150 ملین ڈالر منصوبے کی تجویز پیش کی ہے۔ (ڈان، 3 اکتوبر، صفحہ 16)

پاکستان میں ڈیری منڈی کو ترقی دینے کے لیے اینگرو فوڈز لمیٹڈ اور عالمی بینک کے ذیلی ادارے انٹرنیشنل فنانس کارپوریشن (IFC) نے مفاہمت کی ایک یادداشت پر دستخط کیے ہیں جس کا بنیادی مقصد پاکستان میں ڈیری صنعتی ترقی کو مستحکم کرنا اور اس کے ممکنہ (کاروباری) فوائد کو بڑھانا ہے۔ دونوں ادارے مال مویشی پالنے والے کسانوں کو بااختیار بنا کر غربت میں کمی اور کسانوں کے معیار زندگی کو بہتر بنانے کے لیے کام کریں گے۔ مفاہمت کی یادداشت کے مطابق مال مویشی پالنے والے کسانوں اور دیگر شراکت داروں کو معلومات، ٹیکنالوجی اور مالی وسائل تک رسائی فراہم کی جائے گی اور مال مویشی شعبہ سے وابستہ عورتوں کو بااختیار بنایا جائے گا۔ (بزنس ریکارڈر، 24 نومبر، صفحہ 17)

ایشیائی ترقیاتی بینک

بینظیر انکم سپورٹ پروگرام (BISP) کے جاری کردہ اعلامیہ کے مطابق اے ڈی بی نے BISP (بی آئی ایس پی) کے لیے 2019 تا 2021 دورانیہ کے لیے 300 ملین ڈالر کی رقم مختص کی ہے۔ اے ڈی بی کے وسطی و مغربی ایشیا کے ڈائریکٹر (Werner Liepach) کا اس حوالے سے کہنا ہے کہ یہ رقم بی آئی ایس پی کے جاری اور نئے منصوبوں خصوصاً غربت کے خاتمے اور عورتوں کو بااختیار بنانے کے لیے استعمال ہوگی۔ (دی ایکسپریس ٹریبیون، 4 ستمبر، صفحہ 2)

اے ڈی بی نے بلوچستان میں پانی کی قلت سے نبٹنے اور زرعی آمدنی میں اضافہ کے لیے 100 ملین ڈالر قرض کی منظوری دیدی ہے۔ بینک کے جاری کردہ اعلامیہ کے مطابق بلوچستان میں آبی وسائل کی ترقی کا

منصوبہ بلوچستان واٹر ریسورسس ڈیولپمنٹ سیکٹر پروجیکٹ (BWRDSP) آبپاشی ڈھانچے میں بہتری اور ساتھ ژوب اور مولا دریا کے آبی وسائل کے انتظام کو بہتر بنانے پر توجہ مرکوز کرے گا۔ اس منصوبے کے تحت نہریں اور ڈیم بنائے جائیں گے۔ اس کے علاوہ خوراک کی پیداوار میں اضافے کے لیے کسانوں کو مدد فراہم کرنے کے لیے پانی کے استعمال کے موثر طریقے متعارف کروائے جائیں گے۔ (دی ایکسپریس ٹربیون، 4 ستمبر، صفحہ 7)

آسٹریلوی امداد

بلوچستان کے مال مویشیوں کے لیے خمیری چارے (سائیلج) کی پیداوار کے لیے مارکیٹ ڈیولپمنٹ فیسلٹی اور طلحہ انٹرپرائزز نے ایک معاہدے پر دستخط کیے ہیں۔ اقوام متحدہ کا ادارہ فاؤ بھی بطور شراکت دار کسان مرد و عورتوں میں خمیری چارے کے حوالے سے آگاہی فراہم کرنے میں مدد فراہم کرے گا۔ اس معاہدے کے تحت مکئی کی خریداری، چارے کی تیاری اور اس کا ذخیرہ ملتان میں کیا جائے گا جہاں سے یہ چارہ بلوچستان ترسیل ہوگا۔ طلحہ انٹرپرائزز کے مطابق مارکیٹ ڈیولپمنٹ فنڈ کی مشترکہ سرمایہ کاری سے بلوچستان میں خمیری چارے کی پیداوار اور اس کے فروغ میں تیزی آئے گی۔ مارکیٹ ڈیولپمنٹ فیسلٹی کو آسٹریلیا کی حکومت پاکستان میں تجارتی بڑھوتری میں مدد کے لیے سرمایہ فراہم کرتی ہے۔ (دی ایکسپریس ٹربیون، 30 اکتوبر، صفحہ 7)

VIII۔ پالیسی

سندھ حکومت نے وزیر اعلیٰ سندھ کی زیر صدارت کابینہ کے اجلاس میں دیہات اور شہروں میں غربت میں کمی کے لیے حکمت عملی کی منظوری دے دی ہے۔ اس منصوبے کے تحت اگلے پانچ سالوں میں تعلیم، صحت، پانی، نکاسی اور دیہات کی اندرونی سڑکوں کی تعمیر کے لیے 72.5 بلین روپے کی سرمایہ کاری کی جائے گی۔ یہ حکمت عملی محکمہ منصوبہ بندی و ترقی سندھ کی جانب سے یورپی یونین کی مدد سے دو سالہ تحقیق و سروے کے بعد تیار کی گئی ہے۔ وزیر اعلیٰ سندھ کا کہنا ہے کہ یہ منصوبہ پہلے سے جاری غربت میں کمی کے منصوبوں

میں ایک اضافہ ہے۔ (ڈان، 17 اکتوبر، صفحہ15)

محکمہ زراعت پنجاب بھکر، لیہ سمیت دیگر اضلاع میں قطرہ قطرہ آبپاشی نظام کے ذریعے چنے کی پیداوار میں اضافے کی منصوبہ بندی کررہی ہے۔ محکمے کے ترجمان کا کہنا ہے کہ اس نظام کے ذریعے چنے کی بہتر پیداوار ہوسکتی ہے جس کے لیے حکومت اس نظام کو خوشاب، بھکر، لیہ، مظفر گڑھ، جھنگ اور میانوالی کے علاقوں میں فروغ دے رہی ہے جہاں اس نظام کی تنصیب پر 75 فیصد زرتلافی دینے کا اعلان کیا گیا ہے۔ چنا ربیع کی مختصر مدت پر مبنی اہم فصل ہے جسے ستمبر اور نومبر کے درمیان کاشت کیا جاسکتا ہے۔ عام حالات میں چنے کی فصل چار ماہ یا اس سے کچھ زیادہ وقت میں تیار ہوجاتی ہے۔ (دی ایکسپریس ٹریبیون، 10 ستمبر، صفحہ11)

سندھ ایگریکلچرل پالیسی 30-2018 کے حوالے سے محکمہ زراعت سندھ کی جانب سے حیدرآباد میں منعقد کیے گئے ایک ورک شاپ میں خوراک و زراعت کے ادارے فاؤ کے پالیسی سازوں کا کہنا تھا کہ سندھ حکومت کی پہلی زرعی پالیسی پر عمل درآمد کے لیے ضروری ہوگا کہ ایک واضح طریقہ کار اپنایا جائے۔ مزید یہ کہ پالیسی پر عمل درآمد کے لیے ضروری ہے کہ صلاحیت و مہارت کو اپنایا اور ان میں اضافہ کیا جائے۔ پالیسی مبصرین نے سندھ کے زرعی شعبہ میں سات فیصد بڑھوتری کا ہدف حاصل کرنے کے لیے تحقیق و ترقی کے شعبہ میں سرمایہ کاری پر زور دیا ہے۔ زرعی شعبہ میں بڑھوتری کی یہ شرح اس وقت تین فیصد ہے۔ (ڈان، 5 دسمبر، صفحہ17)

وزارت قومی غذائی تحفظ و تحقیق نے زرعی شعبہ کے لیے 82 بلین روپے کے منصوبے کا آغاز کیا ہے۔ منصوبے کا مقصد پیداوار میں اضافہ، پانی کی فراہمی میں بہتری، مال مویشی اور ماہی گیری شعبہ میں ترقی اور زرعی منڈی کا قیام ہے۔ منصوبے کا بنیادی مقصد دیہات میں غربت میں کمی اور چھوٹے کسانوں کی حالت بہتر بنانا ہے۔ وفاقی وزیر برائے قومی غذائی تحفظ و تحقیق صاحبزادہ محبوب سلطان نے پریس کانفرنس

کے دوران بتایا ہے کہ مشینی زراعت کو فروغ دینے کے لیے چار بلین روپے کی سرمایہ کاری کی جائے گی۔ زرعی مشینری کی خریداری کے لیے کسانوں کو 50 فیصد زرتلافی فراہم کی جائے گی، زیادہ پیداوار دینے والے بیج تیار کیے جائیں گے اور تصدیق شدہ بیجوں کی فراہمی کو بہتر بنایا جائے گا۔ نئے مراکز کے قیام اور جدید طرز کے موجودہ تحقیقی اداروں کو بہتر بنانے کے لیے غیرملکی ماہرین کی خدمات حاصل کی جائیں گی۔ اس کے علاوہ ملک میں کھالوں (واٹر کورسوں) کو بہتر بنانے کے قومی منصوبے نیشنل پروگرام فار امپرومنٹ آف واٹر کورسز ان پاکستان فیزII کے تحت 68.60 بلین روپے کی لاگت سے پانی کی فراہمی کو بہتر بنایا جائے گا۔ (ڈان، 6 دسمبر، صفحہ10)

وزیر خوراک خیبر پختونخوا قلندر خان لودھی نے کہا ہے کہ حکومت نے کسانوں کو خصوصی مراعات کی فراہمی کے ذریعے گندم اور دیگر زرعی پیداوار میں اضافے کے لیے جامع حکمت عملی مرتب کرلی ہے۔ اگلے پانچ سالوں میں ضلعی سطح پر طلب کے مطابق گندم ذخیرہ کرنے کے لیے گودام بنائے جائیں گے اور پہلے سے موجود گوداموں کی گندم ذخیرہ کرنے کی صلاحیت میں اضافہ کیا جائے گا۔ اس حکمت عملی کے تحت حکومت کسانوں کو معاشی و مالی فوائد پہنچانے کے لیے ان سے گندم براہ راست خریدے گی۔ خیبر پختونخوا میں گندم کی مجموعی طلب 4,200,000 ٹن ہے جبکہ صوبے میں 1,200,000 ٹن گندم پیدا ہوتا ہے۔ (دی ایکسپریس ٹریبیون، 23 ستمبر، صفحہ6)

پانی

وزیر اعظم کے مشیر برائے موسمی تبدیلی ملک امین اسلم نے وزارت موسمی تبدیلی کے ایک اجلاس میں کہا ہے کہ پاکستان میں سیلابی پانی ایک ماحولیاتی وسیلہ ہے جسے ہر سال ضائع کرنے کے بجائے ذخیرہ کرکے استعمال کرنا چاہیے۔ یہ آبی ذخیرہ جھیلوں کا پانی تبدیلی کرنے، تالاب بنانے اور ہجرت کرکے آنے والے پرندوں کے مسکن تیار کرنے میں استعمال کیا جاسکتا ہے۔ ملک امین اسلم نے متعلقہ محکمہ جات کو چین اور دیگر ممالک کے تجربات کی روشنی میں موجودہ سیلاب سے بچاؤ کی حکمت عملی میں سیلابی پانی سے فائدہ

اٹھانے کے لیے اصلاحات اور تحقیق پر مبنی سفارشات تیار کرنے کی ہدایت کی ہے۔ (ڈان، 5 ستمبر، صفحہ 4)

ترجمان محکمہ زراعت پنجاب کے مطابق محکمہ پانی اور توانائی کے تحفظ کے لیے قطرہ قطرہ آبپاشی نظام کو شمسی توانائی کے ذریعے چلانے کے لیے 100 دنوں میں شمسی توانائی پیدا کرنے والے 1,000 پینل نصب کرے گا۔ حکومت شمسی توانائی کے پینل کی تنصیب پر 80 فیصد زرتلافی کی پیشکش کرے گی۔ وہ کسان جنہوں نے مالی سال 19-2018 میں قطرہ قطرہ آبپاشی اور فوارہ آبپاشی نظام نصب کیا ہو وہ زرتلافی کے حامل شمسی توانائی پیدا کرنے والے پینل حاصل کرنے کے مجاز ہوں گے۔ اس کے علاوہ محکمہ سبزیوں کی پیداوار کے لیے ٹنل فارمنگ کی تنصیب پر بھی 50 فیصد زرتلافی دے گا۔ (ڈان، 20 ستمبر، صفحہ 2)

پیداوار

گزشتہ دور حکومت میں زرعی شعبہ میں غیر متاثر کن کارکردگی کو دیکھتے ہوئے تحریک انصاف کی نئی حکومت نے اپنی ابتدائی ترجیحات کے تحت زرعی ہنگامی حالت کے اعلان کا فیصلہ کیا ہے۔ وزارت قومی غذائی تحفظ وتحقیق کے ایک اعلیٰ افسر کا کہنا ہے کہ حکومت نے زرعی شعبہ کے لیے وزیر خزانہ اسد عمر، وزیر اعظم کے مشیر برائے تجارت، ٹیکسٹائل وصنعت رزاق داؤد اور وزیر خارجہ شاہ محمود قریشی پر مشتمل ایک کمیٹی تشکیل دی ہے۔ مال مویشی شعبہ کی بہتری اور اس میں اصلاحات کے لیے بھی ایک کمیٹی تشکیل دی گئی ہے۔ (دی ایکسپریس ٹریبیون، 5 ستمبر، صفحہ 13)

خیبر پختونخوا حکومت نے بجٹ 19-2018 میں زرعی شعبے میں 40 منصوبوں کے لیے 2.57 بلین روپے مختص کیے ہیں۔ ان منصوبوں میں سے 30 منصوبے پہلے سے جاری ہیں جبکہ 10 نئے منصوبوں کے لیے 355 ملین روپے مختص کیے گئے ہیں۔ بجٹ دستاویز کے مطابق زرعی اور مال مویشی شعبہ کے پی کے کی مجموعی پیداوار کا 24 فیصد ہے جس سے صوبہ کی 50 فیصد افرادی قوت وابستہ ہے۔ (ڈان، 16 اکتوبر، صفحہ 7)

نیولبرل پالیسیاں

وفاقی حکومت کی گہرے سمندر میں مچھلی کے شکار کی پالیسی 2018 میں مچھلی اور جھینگے کے شکار پر سخت پابندیوں پر ماہی گیروں اور کشتی مالکان میں بے چینی پھیل گئی جو ماہی گیری بند کرکے ہڑتال کی منصوبہ بندی کررہے ہیں۔ ماہی گیروں اور کشتی مالکان نے اس پالیسی پر شدید تحفظات کا اظہار کیا ہے جس میں شکار کے لیے سمندر کو تین حصوں میں تقسیم کیا گیا ہے۔ پالیسی کا واضح مقصد لائسنس یافتہ ماہی گیروں اور کشتی مالکان کو فائدہ پہنچانا ہے جو 200 بحری میل (ناٹیکل میل) تک شکار کرسکتے ہیں۔ لائسنس نہ رکھنے والے ماہی گیر صرف 12 بحری میل تک شکار کرسکتے ہیں جو صوبائی حکومت کی سمندری حدود ہے جبکہ مقامی ماہی گیر اور کشتی مالکان گہرے سمندر میں بغیر لائسنس کے آزادانہ شکار کا مطالبہ کررہے ہیں جیسے کہ وہ گزشتہ 70 سالوں سے کرتے آرہے ہیں۔ ماہی گیروں نے شکار کرنے والی بڑے تجارتی کشتیوں کو 200 بحری میل کے اندر شکار کی اجازت دینے کی بھی مخالفت کی ہے۔ پی ایم ایس اے نے بندرگاہ پر ماہی گیروں میں ایک انتباہی پرچہ تقسیم کیا ہے جس میں قوانین کی خلاف ورزی کرنے والوں کے خلاف قانونی کارروائی کی تنبیہ کی گئی ہے۔ (بزنس ریکارڈر، 8 نومبر، صفحہ 2)

سندھ اسمبلی نے وفاقی حکومت سے گہرے سمندر میں مچھلی کے شکار کی لائسنس پالیسی 2018 منسوخ کرنے کا کہا ہے۔ اس حوالے سے پیپلزپارٹی کے رکن سلیم بلوچ اور لیاقت اسکانی کی جانب سے پیش کی گئی قرارداد میں اس پالیسی کو آئین کی خلاف ورزی اور لاکھوں ماہی گیروں کے روزگار پر حملہ قرار دیا گیا ہے۔ سلیم بلوچ کا کہنا تھا کہ وفاقی حکومت نے چینی اور کورین کمپنیوں سمیت متعدد غیر ملکی کمپنیوں کو گہرے سمندر میں شکار کے لیے لائسنس جاری کیے ہیں جو انتہائی مہلک جال استعمال کررہی ہیں یہاں تک کہ مچھلی کے بیج بھی شکار کررہے ہیں۔ اس طرح سے مچھلیوں کا شکار کرکے دراصل یہ کمپنیاں سمندر میں پائی جانی والی مچھلی کی نسلیں ختم کررہی ہیں جس کی قیمت ہمارے ماہی گیر ادا کررہے ہیں۔ پیش کردہ قرارداد کو ایوان میں اکثریت کے ساتھ منظور کرلیا گیا ہے۔ (ڈان، 17 نومبر، صفحہ 15)

وزیر اعظم عمران خان نے کپاس کی 15 ملین گانٹھوں کا ہدف حاصل کرنے کے لیے وزارت قومی غذائی تحفظ و تحقیق کو اقدامات کرنے کی ہدایت کی ہے۔ وزیر اعظم نے کپاس کے شعبہ میں درپیش مسائل پر ہونے والے ایک اجلاس میں جینیاتی فصلوں کی جانچ کے حوالے سے موجودہ حفاظتی قوانین کو مزید آسان، مؤثر اور وقت کی بچت پر مبنی بنانے کے لیے ان کا دوبارہ جائزہ لینے کی ہدایت کی ہے۔ وزیر اعظم نے بیج کے اندراج کے موجودہ اداروں کی کارکردگی کو بہتر کرنے کے لیے ورکنگ گروپ قائم کرنے کی منظوری بھی دے دی ہے۔ بیج کے نجی اور سرکاری شعبہ پر مشتمل ایک ورکنگ گروپ قائم ہوگا جو بیج کے اندراج و تصدیق کے نظام کو آسان بنائے گا۔ (ڈان، 18 دسمبر، صفحہ10)

فاؤ نے ایک نئی پانچ سالہ حکمت عملی پر مشتمل منصوبے (کنٹری پروگرامنگ فریم ورک) پر دستخط کیے ہیں۔ یہ منصوبہ 2018 تا 2022 پر مشتمل ہوگا جس کے تحت تین شعبہ جات پر خصوصی توجہ دی جائیگی جن میں بھوک کا خاتمہ (زیرو ہنگر)، موسمی تبدیلی سے مطابقت رکھنے والی زراعت (کلائمٹ اسمارٹ ریزیلنس ایگریکلچر) اور مؤثر و جامع خوراک و زراعت کا نظام شامل ہے۔ وفاقی وزیر قومی غذائی تحفظ و تحقیق صاحبزادہ محبوب سلطان اور پاکستان میں فاؤ کی نمائندہ مینا ڈولاچی نے منصوبے پر ایک تقریب میں دستخط کیے۔ اس موقع پر مینا ڈولاچی کا کہنا تھا کہ فاؤ پاکستان کی پہلی غذائی تحفظ کی پالیسی، مختلف شعبہ جات میں غذائیت سے متعلق حکمت عملی، غذائیت و ترقی پر مبنی بارہویں پانچ سالہ منصوبے اور صوبائی زرعی پالیسی پر عملدرآمد میں مدد کرے گا۔ اس کے علاوہ خوراک کے تحفظ کی پالیسی، خشک سالی سے تحفظ اور اس سے مطابقت کی پالیسی پر عملدرآمد میں بھی مدد فراہم کرے گا۔ اس منصوبے کے تحت فاؤ موسمی تبدیلی سے مطابقت رکھنے والے مثالی گاؤں (کلائمٹ اسمارٹ ولیج) کے قیام میں مدد دے گا اور ایسے دیہات کے قیام کا سلسلہ پورے پاکستان تک پھیلایا جائے گا۔ اس منصوبے کے تحت فاؤ دیہات میں روزگار کے مواقع پیدا کرنے، زرعی کاروبار کی ترقی کے لیے نجی شعبہ کی شمولیت اور کاروباری افراد کے لیے مواقع پیدا کرنے میں مدد کرے گا۔ پاکستان کی زیادہ تر قابل کاشت زمین زیر کاشت ہے جس سے کیمیائی کھاد کے زیادہ سے زیادہ استعمال کے ذریعے پیداوار حاصل کی جارہی ہے، اگلے چار سالوں میں فاؤ صحیح کھاد، صحیح

وقت پر، صحیح مقدار میں استعمال کے فلسفہ سے متعلق آگاہی فراہم کرے گا اور اسے فروغ دے گا، اس کے علاوہ مٹی کی زرخیزی کو بہتر بنانے کے لیے گوبر کے استعمال کو بھی فروغ دے گا جو پائیدار زرعی بڑھوتری کی حکمت عملی کا اہم حصہ ہے۔ (ڈان، 21 دسمبر، صفحہ 3)

- مکئی

ایک خبر کے مطابق زرعی ماہرین نے نئی حکومت کو مکئی کی کاشت کے لیے جینیاتی ٹیکنالوجی کے استعمال سے خبردار کرتے ہوئے کہا ہے کہ مکئی ملک کی اہم نقد آور فصل ہے اور جینیاتی ٹیکنالوجی کے استعمال سے ملک میں مکئی کی فصل متاثر ہوسکتی ہے۔ معروف زرعی ماہر حافظ وصی کا کہنا تھا کہ مویشیوں کے خمیری چارے کی ضروریات کو پورا کرنے کے لیے ملک میں مکئی وافر مقدار میں پیدا ہوتا ہے جس کی پیداوار میں اضافہ کے لیے کسی تجربہ کی ضرورت نہیں ہے۔ وفاقی حکومت مستقبل قریب میں مکئی کا جینیاتی بیج درآمد کرنے کی منصوبہ بندی کررہی ہے۔ ماہرین کے مطابق مکئی کی جینیاتی قسم مقامی روایتی اقسام کے لیے یقینی طور پر نقصاندہ ثابت ہوگی۔ اس کے علاوہ جینیاتی فصل پر نباتات کش کیمیائی زہر کے استعمال کے خطرناک مضر صحت اثرات دنیا بھر میں سامنے آچکے ہیں اور ان کے خلاف قانونی چارہ جوئی بھی جاری ہے۔ SAP (سیپ) کے ترجمان کا کہنا ہے کہ بیج کا ترمیمی قانون 2015 اور پلانٹ بریڈرز رائٹس ایکٹ 2016 بیج تیار کرنے والی بین الاقوامی زرعی کمپنیوں کو تحفظ فراہم کرنے کے لیے بنایا گیا ہے جو پاکستان میں کام کرنے کے لیے ان کمپنیوں کی پہلی شرط تھی۔ ایگری فورم پاکستان کے سربراہ ابراہیم مغل کا اس حوالے سے کہنا تھا کہ مقامی کاشتکاروں کے مفادات کو تحفظ فراہم کرنے کے لیے حکومت کو جینیاتی مکئی کی کاشت کی اجازت نہیں دینی چاہیے۔ (دی نیوز، 7 اکتوبر، صفحہ 15)

بین الاقوامی معاہدے

- سندھ طاس معاہدہ پاک بھارت تنازعہ

لاہور میں پاک بھارت مستقل آبی کمیشن کے تحت ہونے والے مذاکرات میں بھارت کشن گنگا ڈیم سمیت دریائے جہلم پر جاری بھارتی منصوبوں کے معائنہ کے لیے پاکستان کو رسائی دینے پر راضی ہو گیا ہے۔ پاکستان نے بھی سندھ طاس معاہدہ کے تحت بھارت کو کوٹری بیراج کا معائنہ کرنے کی اجازت دیدی ہے۔ پاکستانی آبی کمشنر ستمبر 2018 کے آخری ہفتے میں بھارت کا دورہ کریں گے جس کے بعد بھارتی آبی کمشنر کوٹری بیراج کا دورہ کریں گے۔ سندھ طاس معاہدے کے تحت دونوں ممالک نے معائنہ مکمل ہونے کے بعد اگلا اجلاس جلد منعقد کرنے پر اتفاق کیا ہے۔ (ڈان، 4 ستمبر، صفحہ 1)

تحقیق و ٹیکنالوجی

یونیورسٹی آف ویٹنری اینڈ انیمل سائنسز (UVAS) لاہور اور چین کی ہواژ ہونگ ایگریکلچرل یونیورسٹی (HZAU) نے ادارہ جاتی، سائنسی و تدریسی روابط بڑھانے کے لیے مفاہمت کی ایک یادداشت پر دستخط کیے ہیں۔ یادداشت کے مطابق دونوں جامعات مشترکہ طور پر تعلیم و تحقیق، تجارتی ترقی اور ٹیکنالوجی کا تبادلہ کریں گی۔ اس کے علاوہ محققین، طلبہ، اساتذہ کا تبادلہ کیا جائے گا اور کچھ تعلیمی وظائف بھی دیے جائیں گے۔ دونوں فریق مشترکہ سیمینار، تعلیمی پروگرام اور کانفرنس بھی منعقد کریں گے۔ (بزنس ریکارڈر، 9 ستمبر، صفحہ 5)

شن جیان (Xinjiang) ایگریکلچرل یونیورسٹی چین اور زرعی یونیورسٹی فیصل آباد (UAF) نے گرمی برداشت کرنے والی کپاس اور گندم کی اقسام کی تیاری کے منصوبہ پر مشترکہ طور پر کام کرنے کے لیے اتفاق کیا ہے۔ UAF (یو اے ایف) کے وائس چانسلر اور چینی وفد کے درمیان ملاقات میں گرمی برداشت کرنے والے جین کی شناخت اور نئی اقسام کی افزائش کرنے پر اتفاق کیا گیا ہے۔ (بزنس ریکارڈر، 14 نومبر، صفحہ 16)

پنجاب یونیورسٹی کے شعبہ مالیکیولر بائیولوجی (CEMB) میں منعقد ہونے والی تین روزہ بین الاقوامی کانفرنس میں سائنسدانوں نے زرعی شعبہ کے مسائل حل کرنے کے لیے سبزیوں کے خشک سالی اور بیماریوں کے خلاف مدافعت رکھنے والے بیجوں کی تیاری کے لیے مزید تحقیق کی ضرورت پر زور دیا ہے۔ شعبہ مالیکیولر بائیولوجی کے ڈائریکٹر ڈاکٹر طیب حسنین کا کہنا تھا کہ ان کا ادارہ نباتاتی حیاتیات، بیج سمیت کئی تحقیقی شعبہ جات میں کام کررہا ہے۔ ادارہ پہلے ہی جینیاتی کپاس کی قسم CEMB 33 اور CA 12 تیار کرچکا ہے جو پنجاب سیڈ کونسل سے منظور ہوچکے ہیں اور منڈی میں دستیاب ہیں۔ انہوں نے مزید کہا کہ اس بین الاقوامی کانفرنس کے انعقاد کا مقصد سائنسدانوں کو اکھٹا کرنا، علم کا تبادلہ اور تعاون کے لیے راہیں تلاش کرنا ہے۔ کانفرنس میں جاپان، ملیشیا، ترکی، نائیجیریا کے سائنسدانوں سمیت 100 سے زائد سائنسدانوں نے شرکت کی۔ (بزنس ریکارڈر، 20 دسمبر، صفحہ 5)

IX۔ ماحول

زمین

- آلودگی

ایک خبر کے مطابق معیاری اور صاف خوراک کی فراہمی یقینی بنانے کے لیے پنجاب فوڈ اتھارٹی (PFA) کھیتوں میں سبزیوں اور پھلوں کو کیڑے مکوڑوں سے محفوظ رکھنے کے لیے چھڑکے جانے والے زہریلے مواد کی لیبارٹری میں جانچ کرے گی۔ اتھارٹی کے ایڈیشنل ڈائریکٹر جنرل محمد عثمان کا کہنا ہے کہ کئی کیڑے مار زہر فوری طور پر صاف نہیں ہوتے اور ان کی باقیات سبزیوں اور پھلوں میں رہ جاتی ہیں۔ اتھارٹی قوانین کے مطابق ان زہریلے اجزاء کے استعمال پر نظر رکھے گی۔ (دی ایکسپریس ٹریبیون، 1 نومبر، صفحہ 11)

سندھ کابینہ نے صوبے میں پلاسٹک کی تھیلیوں پر مرحلہ وار پابندی لگانے کا فیصلہ کیا ہے۔ وزیراعلی کے مشیر مرتضی وہاب کے مطابق حکومت نے سندھ انوائرنمنٹل پروٹیکشن ایکٹ کے نفاذ کا فیصلہ کیا ہے جس کے تحت ناقابل تلف پلاسٹک کی تھیلیوں کی تیاری، فروخت اور درآمد نہیں کی جاسکتی۔ پہلے مرحلہ میں تین ماہ

کے اندر سکھر ریجن میں مکمل پابندی عائد ہوگی جبکہ دوسرے مرحلہ میں کراچی، حیدرآباد اور باقی سندھ میں ناقابل تلف پلاسٹک پر مکمل پابندی عائد کی جائے گی۔ (ڈان، 11 نومبر، صفحہ15)

- جنگلات

وزیر اعظم عمران خان نے عالمی حدت اور جنگلات میں کمی کے مسائل سے نمٹنے کے لیے ملک میں آئندہ پانچ سالوں میں 10 بلین درخت لگانے کی مہم کا آغاز کیا ہے۔ وزیر اعظم نے مہم کا آغاز مکھنیال، ہری پور میں دیودار کا پودا لگا کر کیا جہاں 2015 میں بھی انہوں نے ''بلین ٹری سونامی'' مہم کا آغاز کیا تھا۔ اس موقع پر وزیراعظم کا کہنا تھا کہ پاکستان عالمی حدت کے اثرات سے سب سے زیادہ متاثر ہونے والا ساتواں ملک ہے۔ اس صورتحال میں جنگلات میں اضافہ انتہائی اہم ہے۔ (ڈان، 3 ستمبر، صفحہ 3)

ایک خبر کے مطابق سوات میں محکمہ جنگلات کے حکام سڑک کنارے لگے دہائیوں پرانے درخت کاٹنے میں مصروف ہیں جبکہ حکومت ملک بھر میں درخت لگانے کی مہم کا آغاز کررہی ہے۔ سیدو شریف کے رہائشی وکیل اور سماجی کارکن عطاااللہ جان کا کہنا ہے کہ محکمہ جنگلات اور ضلعی انتظامیہ تاریخی ریاست سوات دور کے درخت عوام کے احتجاج کے باوجود کاٹنے میں مصروف ہے۔ ڈپٹی کمشنر نے محکمہ جنگلات کے حکام کو درختوں کی کٹائی روکنے کا حکم دیا تھا لیکن حکام ان احکامات پر عمل نہیں کررہے۔ (ڈان، 3 ستمبر، صفحہ 7)

ورلڈ وائیڈ فنڈ فار نیچر پاکستان (WWF-P) اور ادارہ ہیزکھ بول اسٹیفٹنگ (HBS) نے گلگت بلتستان میں ''روایتی قوانین اور قدرتی وسائل کے صحیح استعمال'' کے حوالے سے ایک پروگرام کا انعقاد کیا جس میں مقررین کا کہنا تھا کہ موسمی تبدیلی اور سی پیک منصوبے گلگت بلتستان کے قدرتی وسائل کے لیے خطرناک ہیں۔ اب ضرورت اس امر کی ہے کہ جنگلات اور معدومیت سے دوچار جانداروں کے تحفظ کو قوانین کا حصہ بنایا جائے۔ ان دونوں اداروں کی جانب سے گلگت بلتستان وائلڈ لائف ایکٹ 1975 کے تحت نیشنل پارک کو حاصل تحفظ کے حوالے سے ایک تحقیق کی گئی ہے جس میں بتایا گیا ہے کہ مقامی لوگوں نے

صدیوں پرانی روایات کو برقرار رکھنے، حیوانات اور نباتات (فلورا اور فانا) کومحفوظ رکھنے کے لیے ایمانداری سے کام کیا ہے۔ دنیور کنزرویشن کمیٹی کے چیئرمین حاجی شفا کا کہنا تھا کہ درختوں کو کاٹا جارہا ہے جس کی کوئی جانچ نہیں کی جاتی۔ جنگلات کی بے جا کٹائی سے گلیشیئر کم ہورہے ہیں اور جنگلی حیات میں بھی کمی آرہی ہے۔ کنزرویشن کمیٹی ہیزل کے اختر ریاض کا کہنا تھا کہ معدومیت کے خطرے سے دوچار جانوروں کے غیرقانونی شکار میں پولیس کے عہدیدار بھی شامل ہیں۔ اگر مقامی آبادیوں نے قدرتی وسائل کے انتظام میں اپنا کردار ادا نہیں کیا تو نجی شعبہ یہاں آ کر ان کے حقوق پامال کرے گا۔ مقامی لوگوں میں قدرتی وسائل کے انتظام کی اہمیت کے حوالے سے آ گاہی فراہم کرنے کے لیے مہم چلانے کی ضرورت ہے۔ (ڈان، 6 نومبر، صفحہ 7)

- جنگلی حیات

گلگت بلتستان کی ایک مقامی عدالت میں حال ہی میں ضلع استور کے علاقے منی مرگ میں نایاب بھورے ریچھ کو ہلاک کرنے والے دو افراد کو ایک سال قید اور 300,000 روپے فی کس جرمانے کی سزا سنائی ہے۔ بھورے ریچھ کو زہر دے کر ہلاک کیا گیا تھا۔ ضلع اٹک، پنجاب کے رہائشی دونوں ملزمان کو محکمہ تحفظ جنگلی حیات نے پولیس کی مدد سے گرفتار کیا تھا۔ محکمہ کے مطابق بھورا ریچھ گلگت بلتستان میں معدومیت کے خطرے سے دوچار ہے۔ اس ریچھ کے مختلف اعضاء ادویات بنانے اور اس کی کھال چرمی اشیاء بنانے میں استعمال کی جاتی ہے۔ (ڈان، 5 ستمبر، صفحہ 7)

پانی

- آلودگی

سپریم کورٹ کے قائم کردہ سندھ آبی کمیشن نے اعلان کیا ہے کہ صوبے میں فضلہ صاف کرنے کا کارخانہ نصب کیے بغیر کسی بھی کارخانے کو چلانے کی اجازت نہیں دی جائے گی۔ کمیشن کے سربراہ جسٹس عامر ہانی مسلم نے مختلف صنعتوں کے نمائندوں کی سماعت پر پیشی کے موقع پر یہ مسئلہ اٹھایا تھا۔ کمیشن کی جانب سے

فضلہ صاف کرنے والے کارخانے کی تنصیب کے حوالے سے پوچھے گئے سوال پر صنعتی نمائندوں کا کہنا تھا کہ انھیں اس سلسلے میں کچھ وقت درکار ہے، جس پر کمیشن کی جانب سے صنعتوں کو دو مہینے کا وقت دیا گیا ہے۔ (بزنس ریکارڈر، 12 ستمبر، صفحہ 7)

PFA (پی ایف اے) نے لاہور میں 60 کنال زمین پر آلودہ پانی سے کاشت کی جانے والی سبزیوں کو ضائع کردیا۔ اتھارٹی کے عملے نے شاہدرہ ٹاؤن میں مولی، پالک، گاجر، تربوز اور دھنیا سمیت مختلف فصلوں کو ضائع کردیا۔ ڈائریکٹر جنرل پی ایف اے کے مطابق صوبے میں آلودہ پانی سے کاشت کی جانے والی سبزیوں کے خلاف کارروائی جاری رہے گی۔ کیمیائی اجزاء سے آلودہ پانی سے کاشت کی جانے والی سبزیاں ہیپاٹائٹس اور دیگر امراض کی وجہ ہیں۔ (ڈان، 5 نومبر، صفحہ 2)

آلودگی، صحت و تحفظ

پی ایف اے نے صوبہ بھر میں ملاوٹ شدہ دودھ کے خلاف کارروائی کا آغاز کرتے ہوئے کیمیائی اجزاء اور پانی سے آلودہ 53,616 لیٹر دودھ ضائع کردیا۔ اتھارٹی نے صوبے میں 2,041 دودھ کی گاڑیوں کی جانچ کی اور صرف لاہور میں ہی 27,239 لیٹر ملاوٹ شدہ دودھ ضبط کیا گیا جو 182 گاڑیوں پر لدا ہوا تھا۔ (بزنس ریکارڈر، 6 ستمبر، صفحہ 8)

پی ایف اے نے لاہور میں تین غیرقانونی مذبح خانے سے لاغر و بیمار جانوروں کا 3,600 کلوگرام گوشت ضبط کرکے انہیں سربمہر کردیا۔ اتھارٹی کے ڈائریکٹر جنرل ریٹائرڈ کیپٹن محمد عثمان کا کہنا ہے کہ بکرا منڈی، علامہ اقبال ٹاؤن اور چوہدری روڈ پر قائم غیر قانونی مذبح خانوں کو بند کردیا گیا ہے۔ (ڈان، 10 ستمبر، صفحہ 2)

X۔ موسمی تبدیلی

ایک خبر کے مطابق سینیٹ کی قائمہ کمیٹی برائے موسمی تبدیلی کو ایک اجلاس کے دوران بتایا گیا ہے کہ شمالی

علاقہ جات میں 50 تجزیہ گاہوں اور خودکار موسمی مراکز کی تنصیب کے ذریعے برفانی پہاڑوں (گلیشئر ز) کے پگھلنے کی رفتار کا جائزہ لینے کے لیے پاکستان کو ایک بلین ڈالر کے گرین کلائمیٹ فنڈ (GCF) میں سے 37 ملین ڈالر ملیں گے۔ سیکریٹری وزارت موسمی تبدیلی نے کمیٹی کو مزید بتایا کہ کلائمٹ چینج ایکٹ 2017 کے تحت کلائمٹ چینج کونسل، کلائمٹ چینج فنڈ اور کلائمٹ چینج اتھارٹی قائم کی جائے گی۔ وزارت نے ان تمام اقدامات کے لیے وزارت قانون اور اسٹیبلشمنٹ ڈویژن سے منظوری حاصل کرلی ہے اور 124 نئی اسامیاں بھی منظور کرلی گئی ہیں۔ (بزنس ریکارڈر، 11 ستمبر، صفحہ 8)

وزیر اعظم کے مشیر برائے موسمی تبدیلی ملک امین اسلم نے کہا ہے کہ عالمی حدت کے منفی اثرات کا مقابلہ کرنے کے لیے پاکستان کو ہر سال سات سے 14 بلین ڈالر کی ضرورت ہے۔ ایک پریس کانفرنس میں انھوں نے بتایا کہ موسمی تبدیلی پر پولینڈ میں ہونی والی عالمی کانفرنس کوپ 24 میں انہوں نے پاکستان پر موسمی تبدیلی کے اثرات کو موثر طریقے سے اجاگر کیا۔ انھوں نے مزید بتایا کہ موسمی تبدیلی کی وجہ سے پاکستان کو انتہائی تباہ کن حالات کا سامنا رہا ہے جن میں بڑے سیلاب، خشک سالی، گرمی کی لہر اور گلیشئر کے تیزی سے پگھلنے کی وجہ سے سیلاب کا آنا شامل ہے۔ (بزنس ریکارڈر، 21 دسمبر، صفحہ 15)

موسمی بحران

- خشک سالی

سندھ حکومت نے مون سون کے موسم میں بارشیں کم ہونے کی وجہ سے تھر پارکر سمیت چھ اضلاع کے وسیع علاقوں کو آفت زدہ قرار دیدیا ہے۔ دیگر اضلاع میں ٹھٹھہ، سانگھڑ، دادو، قمبر شہداد کوٹ اور عمر کوٹ شامل ہیں۔ ریلیف کمشنر نے ضلع دادو کے جوہی، خیر پور ناتھن شاہ اور میہڑ تعلقہ کے 88 دیہات، ضلع عمرکوٹ کے 25 دیہات، ضلع قمبر شہداد کوٹ کے تعلقہ قمبر اور وارہ کے 22 دیہات، ضلع سانگھڑ کے تعلقہ کھپرو اور سانگھڑ کے چھ دیہات اور ٹھٹھہ کے چھ دیہات کو آفت زدہ قرار دیا ہے۔ محکمہ مال مویشی سندھ نے دعوی کیا ہے کہ متاثرہ اضلاع میں مویشیوں کے لیے 235 امدادی کیمپ لگائے گئے ہیں جہاں تقریباً تین ملین مویشیوں

کو حفاظتی ٹیکہ جات لگائے جا چکے ہیں۔ اس کے علاوہ 40,000 بیمار مویشیوں کو امدادی کیمپ میں مفت علاج اور ادویات فراہم کی گئی ہیں۔ (دی ایکسپریس ٹریبیون، 6 ستمبر، صفحہ 4)

کسان تنظیموں نے حکومت سندھ سے مطالبہ کیا ہے کہ پورے صوبے کو خشک سالی سے آفت زدہ قرار دیا جائے جہاں اگست کے مہینے تک مسلسل چھ ماہ پانی کی قلت رہی ہے۔ سندھ حکومت نے پانچ ستمبر کو چھ اضلاع کے مخصوص علاقوں کو آفت زدہ قرار دیا تھا۔ حکومت کے اس اقدام کے بعد ایس سی اے نے مطالبہ کیا ہے صوبے کے باقی اضلاع کو بھی جہاں معیشت کی بنیاد زرعی پیداوار پر ہے آفت زدہ قرار دیا جائے۔ ایوان کے صدر قبول محمد کھاتیان کا کہنا تھا کہ سکھر، گڈو اور کوٹری بیراج کے زیر کاشت 12.7 ملین ایکڑ زمین کا 80 فیصد علاقہ پانی کی قلت سے متاثر ہوا ہے۔ نو ملین ایکڑ زیر کاشت زمین خشک ہو چکی ہے۔ (دی ایکسپریس ٹریبیون، 10 ستمبر، صفحہ 5)

ڈپٹی کمشنر تھرپارکر محمد آصف جمیل کے مطابق تھر میں امدادی کاموں کا آغاز آج (24 ستمبر) سے شروع کردیا جائے گا۔ امدادی کاموں کے دوران 208,247 خاندانوں کو مفت گندم فراہم کیا جائے گا۔ نادرا کی جانب سے تھرپارکر کے مستحق خاندانوں کی فہرست ضلعی انتظامیہ کو فراہم کی گئی ہے۔ امداد کا یہ سلسلہ تھرپارکر کے تمام سات تعلقوں میں قائم گندم کی تقسیم کے مراکز سے شروع کیا جارہا ہے۔ (ڈان، 24 ستمبر، صفحہ 17)

ایک خبر کے مطابق تھر کے خشک سالی سے متاثرہ عوام شدید گرمی میں کئی کئی میل پیدل چل کر گندم کی تقسیم کے مراکز پہنچے ہیں۔ متاثرین شکایت کررہے ہیں کہ 50 کلو گندم کی معمولی مقدار کے لیے سرکاری عملے کا رویہ ان کے ساتھ تضحیک آمیز ہے۔ متاثرین کا کہنا تھا کہ انہیں گندم کے حصول کے لیے سینکڑوں میل کا سفر طے کرنا پڑا اور اس کے ساتھ ساتھ ذلت بھی برداشت کرنی پڑی۔ پہلے سندھ حکومت گندم متاثرہ خاندانوں کو ان کے گھر پر فراہم کرتی تھی لیکن اس بار ان خاندانوں کو امداد کے لیے کئی میل سفر کرکے تعلقہ ہیڈکوارٹر جانا پڑا۔ پیپلز پارٹی، تھرپارکر کے سیکریٹری اطلاعات نندلال مالھی نے مقامی ذرائع ابلاغ میں

شائع ہونے والے ایک بیان میں کہا ہے کہ گندم کی حالیہ تقسیم تھر کے عوام کے ساتھ سنگین مذاق ہے۔ انہوں نے مزید کہا کہ چیئرمین پیپلز پارٹی بلاول بھٹو زرداری نے سندھ حکومت کو ہدایت کی تھی کہ تھرپارکر کے عوام کو فوری مدد ان کے دروازے پر فراہم کی جائے لیکن اس کے برعکس گندم کی معمولی مقدار کے لیے تھرباسیوں کی تذلیل کی جارہی ہے۔ (ڈان، 25 ستمبر، صفحہ 17)

سندھ حکومت نے دو مزید اضلاع جامشورو اور بدین کے زیادہ تر علاقے کو خشک سالی کی وجہ سے آفت زدہ قرار دے دیا ہے۔ ان اضلاع کو بھی آفت زدہ قرار دینے کے بعد صوبہ میں متاثرہ اضلاع کی تعداد آٹھ ہوگئی ہے۔ جامشورو اور بدین کے کل 198 دیہات کو آفت زدہ قرار دیا گیا ہے۔ ان دیہات میں ضلع جامشورو کے تعلقہ سہون، منجھان، تھانہ بولا خان اور کوٹری کے 110 دیہات شامل ہیں جبکہ ضلع بدین کے تعلقہ ٹنڈو باگو، گولارچی، بدین، ماتلی، تلہار کے 88 دیہات شامل ہیں۔ اس سے قبل پانچ ستمبر کو سندھ حکومت تھرپارکر، عمرکوٹ، ٹھٹہ، دادو، سانگھڑ اور قمبر شہداد کوٹ اضلاع کو آفت زدہ قرار دے چکی ہے۔ (دی ایکسپریس ٹریبیون، 27 ستمبر، صفحہ 5)

اچھرو تھر کے خشک سالی سے متاثرہ رہائشیوں کی بڑی تعداد نے سندھ حکومت سے فوری طور پر مال مویشیوں کے لیے پانی، چارہ اور متاثرہ انسانوں کے لیے امدادی اشیاء کی فراہمی کا مطالبہ کیا ہے۔ صحافیوں سے بات کرتے ہوئے مقامی افراد کا کہنا تھا کہ اچھرو تھر کی اکثریتی آبادی تعلقہ کھپرو کی دو یونین کونسلوں میں رہتی ہے جو دو سو دیہات پر مشتمل ہے۔ اچھرو تھر میں انسان اور ان کے مال مویشی 2011 سے پانی اور چارے کی قلت کا سامنا کررہے ہیں۔ اندازے کے مطابق اچھرو تھر میں تقریباً دو ملین مویشیوں کی آبادی ہے جن پر تھر کی غریب آبادی انحصار کرتی ہے۔ (ڈان، 28 ستمبر، صفحہ 17)

ایک خبر کے مطابق خشک سالی کے شکار تھر کے عوام کی جانب سے سندھ حکومت کی طرف سے امداد کے نام پر خراب گندم فراہم کرنے کی شکایتیں جاری ہیں۔ تاہم وزیر اعلی سندھ کے مشیر مرتضی وہاب نے غیر

معیاری گندم کی فراہمی کے حوالے سے خبروں کو مسترد کرتے ہوئے کہا ہے کہ وزیر اعلی کی ہدایات پر امدادی سرگرمیوں کا جائزہ لینے کے لیے انھوں نے صوبائی وزیر برائے توانائی امتیاز احمد شیخ کے ہمراہ تھرپارکر کا دورہ کیا ہے جہاں انہیں کسی قسم کی شکایات موصول نہیں ہوئی ہیں۔ تاہم تھر کے سات تعلقوں میں قائم امدادی مراکز جانے والے متاثرین نے محکمہ ریونیو اور محکمہ خوراک کی جانب سے انہیں سڑی ہوئی گندم فراہم کیے جانے کا الزام عائد کیا ہے۔ متاثرین کا مزید کہنا تھا کہ مسلسل احتجاج اور ذرائع ابلاغ کی جانب سے مسائل کی نشاندہی کے باوجود ذمہ دار افراد کے خلاف کوئی کارروائی نہیں کی جارہی ہے۔ (ڈان، 10 اکتوبر، صفحہ17)

ایک خبر کے مطابق بلوچستان کے ضلع چاغی میں سنگین خشک سالی سے 7,000 سے زائد خاندان متاثر ہوئے ہیں۔ صوبائی حکومت کو بھیجے گئے ایک خط میں ڈپٹی کمشنر چاغی قسیم خان نے متاثرہ خاندانوں کے لیے فوری امداد کا مطالبہ کیا ہے۔ ڈائریکٹر صوبائی ڈیزاسٹر مینجمنٹ اتھارٹی (PDMA) عطاء اللہ مینگل کا کہنا ہے کہ صوبائی حکومت کی ہدایت پر چاغی میں 3,000 متاثرہ خاندانوں کو غذائی اشیاء فراہم کی گئی ہیں۔ 2002 میں بھی ضلع چاغی بدترین خشک سالی کا شکار ہوا تھا جس کے نتیجے میں ہزاروں خاندانوں کو دیگر اضلاع کی طرف نقل مکانی کرنی پڑی تھی۔ (ڈی ایکسپریس ٹریبیون، 25 اکتوبر، صفحہ 7)

بلوچستان اسمبلی نے ایک متفقہ قرارداد کے ذریعے وفاق سے مطالبہ کیا ہے کہ خشک سالی سے متاثرہ علاقوں کو آفت زدہ قرار دیا جائے اور بلوچستان میں خشک سالی سے بری طرح متاثر ہونے والے کسانوں کے لیے فوری طور پر امداد کا اعلان کیا جائے۔ قرارداد بلوچستان نیشنل پارٹی (مینگل) کے ثناء اللہ بلوچ نے پیش کی۔ ان کا کہنا تھا کہ عالمی اداروں کے مطابق بلوچستان کو طویل عرصے سے خشک سالی جیسے حالات کا سامنا ہے۔ ان حالات میں بلوچستان کو آفت زدہ قرار دینا چاہیے اور وفاق کی جانب سے کسانوں کے لیے امدادی پیکج کا اعلان کیا جانا چاہیے۔ (ڈان، 6 نومبر، صفحہ 5)

سپریم کورٹ نے تھرپارکر کے ضلعی جج کو خشک سالی سے متاثرہ علاقوں میں حکومت سندھ کی جانب سے کیے گئے اقدامات کے درست اندازے کے لیے آزادانہ تحقیق کرنے کی ہدایت کی ہے۔ یہ ہدایت عدالت میں ایڈوکیٹ جنرل سندھ کی جانب سے ازخود نوٹس کے جواب میں حکومت سندھ کے اقدامات پر مرتب کردہ رپورٹ پیش کرنے کے بعد کی گئی۔ اس رپورٹ میں کہا گیا ہے کہ خشک سالی سے متاثرہ علاقوں کو آفت زدہ قرار دے دیا گیا ہے اور ان متاثرہ علاقوں میں فی خاندان تین ماہ تک 50 کلوگرام گندم تقسیم کرنے کا اعلان بھی کیا گیا ہے۔ مقدمے میں سول سوسائٹی کی نمائندگی کرنے والے وکیل فیصل صدیقی کا کہنا تھا کہ حکومت سندھ نے کئی کمیٹیوں کی جانب سے پیش کردہ سفارشات پر عمل نہیں کیا اور اصل مسئلہ تھرپارکر میں ان سفارشات پر عمل درآمد نا کرنا ہے۔ (ڈان، 8 نومبر، صفحہ 14)

ایک اعلیٰ سطح کے اجلاس میں شرکت کے بعد وزیر داخلہ بلوچستان میر سلیم احمد کھوسہ نے ایک پریس کانفرنس کے دوران انکشاف کیا ہے کہ بلوچستان کے 33 میں سے تقریباً 20 اضلاع کو خشک سالی کا سامنا ہے جہاں اب تک 100,000 خاندان اور 1.7 ملین مال مویشی متاثر ہوچکے ہیں۔ صوبائی حکومت نے خشک سالی کے شکار اضلاع میں بحالی اور امداد پہنچانے کے لیے 500 ملین روپے کے خصوصی پیکج کا اعلان کیا ہے۔ فی خاندان حکومتی امداد کا تعین ان کی ضرورت کے مطابق کیا جائے گا لیکن ابتدائی طور پر یہ پیکج 25,000 سے 30,000 ہزار روپے فی خاندان ہوگا۔ اقوام متحدہ نے ایک سروے کے بعد بلوچستان کے 14 اضلاع کو بدترین خشک سالی کا شکار قرار دیا ہے۔ (ڈان، 20 نومبر، صفحہ 3)

بلوچستان کے سرکاری اور حزب اختلاف کے اراکین اسمبلی نے صوبے میں بڑھتی ہوئی خشک سالی پر تشویش کا اظہار کرتے ہوئے کہا ہے کہ PDMA (پی ڈی ایم اے) کی جانب سے امدادی سامان کے کچھ ٹرک بھیجنے سے مسائل حل نہیں ہوں گے۔ بلوچستان نیشنل پارٹی کے رکن ثناء اللہ بلوچ کا کہنا تھا کہ متاثرہ افراد کی مدد کے لیے خصوصی اقدامات کرنے کی ضرورت ہے۔ انہوں نے مزید کہا کہ ان کے اپنے حلقے میں صرف چھ ٹرک امدادی سامان پہنچا جو 50 خاندانوں کے لیے بھی ناکافی ہے۔ ایک قرارداد ایوان نے منظور

کی تھی جس میں اس حوالے سے فوری اقدامات کا مطالبہ کیا گیا تھا اور ایک کمیٹی تشکیل دی جانی تھی جو اب تک نہیں بنی۔ (ڈان، 16 دسمبر، صفحہ 5)

XI۔ غربت اور غذائی کمی

غربت

ادارہ شماریات پاکستان نے خیبر پختونخوا کے سات قبائلی اضلاع میں سماجی و اقتصادی سروے (سوشل اینڈ لیونگ اسٹینڈرڈز اینڈ ہاؤس ہولڈ انٹی گریٹڈ سروے) کا آغاز کردیا ہے۔ اس سروے کے ذریعے صحت، تعلیم، غربت، معیار زندگی سمیت 35 اشاروں (انڈیکیٹرز) کے لیے اعداد و شمار اکھٹے کیے جائیں گے۔ پاکستانی قبائلی علاقوں میں پہلی بار اس نوعیت کا سروے کیا جارہا ہے۔ حکام کے مطابق محکمے نے اگست کے آخری ہفتے میں تمام قبائلی اضلاع میں اپنا عملہ تعینات کردیا تھا۔ اس سروے کی تکمیل 2019 کے وسط تک متوقع ہے۔ (ڈان، 2 ستمبر، صفحہ 7)

ایک خبر کے مطابق یونائیٹڈ نیشنز ڈیولپمنٹ پروگرام (UNDP) کی جاری کردہ سالانہ رپورٹ ہیومن ڈیولپمنٹ انڈیکس (HDI) 2018 میں دنیا کے 189 ممالک میں پاکستان 150 نمبر پر ہے۔ انڈیکس کی درجہ بندی اوسط عمر، تعلیم اور آمدنی کے اعداد و شمار کی بنیاد پر ہوتی ہے۔ اس دورانیہ میں پاکستان میں HDI (ایچ ڈی آئی) 0.562، اوسط عمر 66.6 سال، سالانہ فی کس اوسط آمدنی 5,311 ڈالر اور اوسط اسکول کا دورانیہ 5.2 سال ہے۔ دیگر جنوبی ایشیائی ممالک میں بھارت 130، بنگلہ دیش 136، سری لنکا 76، مالدیپ 101، نیپال 149 اور بھوٹان 130 نمبر پر ہے۔ (بزنس ریکارڈر، 16 ستمبر، صفحہ 2)

پاکستان کے دیہی علاقے شہری علاقوں کے مقابلہ میں زیادہ غربت کا شکار ہیں اور ہر طرح کی سہولیات و خدمات کی فراہمی کے حوالے سے کہیں زیادہ محرومی سے دوچار ہیں۔ موجودہ صورتحال ظاہر کرتی ہے کہ غربت میں کمی سے شہروں اور دیہات کے درمیان اس تفریق میں کوئی خاص کمی نہیں آئی ہے۔ عالمی بینک

کی رپورٹ ''اسٹیٹ آف واٹر سپلائی، سینی ٹیشن اینڈ پاورٹی ان پاکستان'' کے مطابق سب سے زیادہ بلوچستان کے دیہی علاقے غربت کا شکار ہیں جہاں 62 فیصد دیہی آبادی غربت کی لکیر سے نیچے زندگی گزارنے پر مجبور ہے۔ سب سے زیادہ سندھ کے دیہی اور شہری آبادیوں کے درمیان غربت میں فرق پایا جاتا ہے جو 30 فیصد ہے۔ پنجاب اور خیبر پختونخوا کی شہری اور دیہی آبادیوں کے درمیان فرق بالترتیب 13 اور 15 فیصد پایا جاتا ہے۔ رپورٹ میں کہا گیا ہے کہ شہری علاقوں کے مقابلہ میں دیہی علاقوں میں غربت کے شکار افراد کی تعداد دوگنی ہے اور اس تناسب میں 2001 سے کوئی تبدیلی نہیں آئی ہے۔ (ڈان، 11 نومبر، صفحہ 3)

وزیر بلدیات و دیہی ترقی سندھ سعید غنی نے کہا ہے کہ تھرپارکر میں بنیادی سہولیات کی فراہمی کی منصوبہ بندی کے تناظر میں بنیادی ضروریات کا حامل ایک مثالی گاؤں تعمیر کیا گیا ہے۔ یہ گاؤں 500 گھرانوں پر مشتمل ہے جہاں پینے کا صاف پانی، نکاسی آب کی سہولیات، مچھلیوں کے تالاب، ہسپتال کی جدید سہولیات اور دو تعلیمی مراکز بھی قائم کیے گئے ہیں۔ صوبائی وزیر نے ذرائع ابلاغ کو مزید بتایا ہے کہ اس مثالی گاؤں میں لوگ رہائش اختیار کرچکے ہیں اور اسی طرز پر تھرپارکر کے دیگر دیہات کو بہتر بنانے پر کام کیا جارہا ہے۔ (ڈان، 5 دسمبر، صفحہ 17)

- انکم سپورٹ پروگرام

بینظیر انکم سپورٹ پروگرام:

گلگت بلتستان کے تین اضلاع میں عالمی غذائی پروگرام (WFP) کی تکنیکی معاونت سے بی آئی ایس پی نے آزمائشی غذائی منصوبہ شروع کرنے کی تیاری مکمل کرلی ہے۔ یہ آزمائشی غذائی منصوبہ وفاقی حکومت اور عالمی ادارہ صحت (WHO) کے اہداف کے مطابق ملک میں بچوں میں نشو و نما میں کمی کے اہم ترین مسئلہ کو حل کرے گا۔ بی آئی ایس پی کے ایڈیشنل ڈائریکٹر جنرل نوید اکبر کے مطابق منصوبے کے تحت گلگت بلتستان کے تین اضلاع کی 12,000 حاملہ اور دودھ پلانے والی ماؤں، چھ سے 23 ماہ کی عمر کے 15,000 بچوں

پر توجہ مرکوز کی جائے گی اور انہیں غذائی کمی سے تحفظ کے لیے لازمی غذائی اجزاء پر مشتمل تیار خوراک (سپلیمنٹ) فراہم کی جائے گی۔ اگر اس آزمائشی منصوبے کے نتائج توقع کے مطابق ہوئے تو اس غذائی منصوبے کو پورے ملک تک بڑھایا جائے گا۔ انہوں نے مزید کہا کہ گزشتہ ایک سال سے WFP (ڈبلیو ایف پی) کی تکنیکی مدد سے ہی غذائی کمی خاتمے کے لیے سندھ کے کچھ اضلاع میں کام جاری ہے جس کے نتائج کا انتظار ہے۔ (دی ایکسپریس ٹریبیون، 14 ستمبر، صفحہ 8)

ایک خبر کے مطابق بی آئی ایس پی اور اقوام متحدہ کے ڈبلیو ایف پی نے آسٹریلین حکومت کی مدد سے ضلع تھرپارکر کے 428,400 متاثرین میں غذائی عدم تحفظ کے خاتمے کے لیے ایک مہم کا آغاز کردیا ہے۔ سیکریٹری بی آئی ایس پی عمر حامد خان نے منصوبے کے افتتاح کے موقع پر کہا ہے کہ فصلیں کاشت نہ ہونے اور مال مویشیوں کی پیداوار میں کمی کی وجہ سے خوراک میں ہونے والی کمی دور کرنے کے لیے ہر مستحق خاندان کو 1,000 روپے نقد فراہم کیے جائیں گے۔ اس مہم سے 63,000 غریب خاندان مستفید ہوں گے۔ (بزنس ریکارڈر، 16 دسمبر، صفحہ 3)

غذائی کمی

محکمہ صحت بلوچستان ماں اور بچوں کی صحت کے غذائی پروگرام ''بلوچستان نیوٹریشن پروگرام فار مدر اینڈ چلڈرن (BNPMC)'' کے پہلے مرحلہ میں سات اضلاع میں کامیابی کے بعد اس کا دائرہ کار وسیع کرنے کے لیے صوبائی کابینہ کی منظوری کا منتظر ہے۔ سیکریٹری محکمہ صحت صالح محمد ناصر کا کہنا ہے کہ محکمہ نے ماں اور بچوں کی شرح اموات کو قابو کرنے کے لیے اس منصوبے کو بقیہ 24 اضلاع میں وسعت دینے کے لیے کارروائی مکمل کرلی ہے۔ اس منصوبہ کے تحت مخصوص اضلاع میں پانچ سال سے کم عمر بچوں اور حاملہ عورتوں کی غذائی صورتحال کے حوالے سے سروے کیا جائے گا۔ منصوبہ کے تحت چھ سے 23 ماہ کے بچوں میں غذائی کمی (مائیکرو نیوٹرینٹ ڈیفشنسی) دور کرنے کے لیے مصنوعی غذائی اجزاء (ملٹی پل مائیکرو نیوٹرینٹ کے ساشے) کی فراہمی جاری ہے۔ فوری استعمال کے لیے تیار غذائیت سے بھرپور خوراک

(ریڈی ٹو یوز تھراپیٹک فوڈ) بھی شدید غذائی کمی کی شکار ماؤں اور بچوں کو فراہم کی جارہی ہے۔ سیکریٹری صحت کا مزید کہنا تھا کہ بدقسمتی سے صوبے کے 44 فیصد بچے نشو و نما میں کمی اور تقریباً آدھے گھرانے بھوک یا غذائی عدم تحفظ کے شکار پائے گئے ہیں۔ (دی ایکسپریس ٹریبیون، 3 ستمبر، صفحہ 7)

تھرپارکر کے سول ہسپتال میں زیر علاج غذائی کمی کے شکار مزید پانچ بچے جانبحق ہوگئے ہیں۔ ضلعی محکمہ صحت کے مطابق مرنے والے بچوں کی عمریں چھ دن سے ایک سال کے درمیان تھیں۔ رواں ماہ تھرپارکر میں مرنے والے بچوں کی تعداد 14 ہوگئی ہے۔ اگست کے مہینے میں تھرپارکر میں غذائی کمی سے 40 بچے جانبحق ہوئے تھے۔ ہر سال تھرپارکر کے مضافاتی علاقوں میں 1,500 بچے غذائی کمی، جراثیمی بیماریوں اور مناسب طبی سہولیات نہ ہونے کی وجہ سے مرجاتے ہیں۔ (بزنس ریکارڈر، 5 ستمبر، صفحہ 3)

اسکیلنگ اپ سول سوسائٹی الائنس پاکستان (SUN-CSA) اور نیوٹریشن انٹرنیشنل (Nutrition International) کے تحت ہیلتھ اینڈ نیوٹریشن ڈیولپمنٹ سوسائٹی (HANDS) کے تعاون سے منعقد کیے گئے اجلاس میں صحت اور بچوں کے حقوق کے لیے کام کرنے والے ماہرین نے سندھ بھر میں خوراک کی شدید کمی پر تشویش کا اظہار کرتے ہوئے کہا ہے کہ صوبہ میں پانچ سال سے کم عمر تقریباً آدھے بچے نشو و نما میں کمی کا شکار ہیں۔ ماہرین نے مطالبہ کیا ہے کہ تین سال پہلے حکومت کی جانب سے اس حوالے سے تیار کردہ حکمت عملی (Inter sectorial nutrition strategy) پر عمل درآمد کیا جائے اور بچوں کو ماں کا دودھ پلانے کے عمل کو فروغ دینے کے لیے سندھ پروٹیکشن اینڈ پروموشن آف بریسٹ فیڈنگ ایکٹ کو صوبے میں غذائی کمی کی شدید صورتحال پر قابو پانے کے لیے نافذ کیا جائے۔ (دی ایکسپریس ٹریبیون، 13 ستمبر، صفحہ 5)

وزارت نیشنل ہیلتھ سروسز، ریگولیشن اینڈ کوآرڈینیشن (NHSR&C) کی جانب سے جاری کردہ ایک تحقیق (نیشنل کومپلیمنٹری فیڈنگ اسسمنٹ (National Complementary Feeding Assessment) کے مطابق پاکستان میں چھ سے 23 ماہ کی عمر کے صرف 15 فیصد بچوں کو ہی مؤثر نشو و نما کے لیے لازمی

خوراک کی کم سے کم (مقرر کردہ) مقدار میسر ہے۔ 78 فیصد بچوں کو ضروری مقدار میں متنوع خوراک میسر نہیں ہے۔ غربت اور طبی و غذائی سہولیات تک محدود رسائی کی وجہ سے دو سال سے کم عمر بچوں میں غذائیت سے بھر پور خوراک کا استعمال انتہائی کم ہے جہاں انڈا، گوشت، وٹامن اے اور فولاد سے بھرپور خوراک عام طور پر ان بچوں کی غذا میں شامل نہیں ہوتی۔ مقامی طور پر دستیاب خوراک میں وٹامن بی 12، وٹامن اے، کیلشیم اور فولاد کم پایا جاتا ہے۔ یہ تحقیق برطانیہ کا ادارہ برائے بین الاقوامی ترقی ڈیولپمنٹ فار انٹرنیشنل ڈیولپمنٹ (DFID) کی مالی اور یونیسیف کی تیکنیکی معاونت سے کی گئی ہے۔ (دی ایکسپریس ٹریبیون، 13 ستمبر، صفحہ 2)

ڈائریکٹر جنرل پی ایف اے کیپٹن ریٹائرڈ محمد عثمان نے خوراک میں مصنوعی طور پر اضافی غذائیت شامل کرنے کے منصوبے فوڈ فورٹیفیکیشن پروگرام کے حکام کے ساتھ ایک اجلاس میں کہا ہے کہ پی ایف اے نے اس منصوبے پر عمل درآمد یقینی بنانے کے لیے کمر کس لی ہے۔ ڈائریکٹر جنرل نے تکنیکی عملہ کو اس حوالے سے دو ہفتوں میں ابتدائی حکمت عملی مرتب کرنے کی ہدایت کی ہے۔ پی ایف اے پالیسی سازی، خوراک میں اضافی غذائیت شامل کرنے (فورٹیفیکیشن) پر عمل درآمد کے لیے منصوبہ بندی اور اس کے اثرات و مسائل کے حوالے سے ماہرین سے مدد لے گی۔ اس منصوبہ کا مقصد غذائیت سے بھرپور خوراک کی فراہمی اور پنجاب میں غذائی کمی پر قابو پانا ہے۔ (دی ایکسپریس ٹریبیون، 20 ستمبر، صفحہ 11)

منصوبہ بندی کمیشن نے غذائی کمی پر قابو پانے کے لیے اقوام متحدہ کا ادارہ فاؤ اور ڈبلیو ایف پی کے اشتراک سے 250 آٹا ملوں کے عملے کو آٹے میں اضافی غذائیت شامل کرنے کی تربیت فراہم کی ہے۔ ان ملوں کو آٹے میں فولاد، فولک ایسڈ اور زنک شامل کرنے کے لیے ضروری آلات (مائیکرو فیڈر) بھی فراہم کیے گئے ہیں تا کہ بچوں اور عورتوں کو غذائیت سے بھر پور خوراک مل سکے۔ اب تک 100,000 ٹن آٹے میں اضافی غذائیت شامل کی جاچکی ہے۔ اس منصوبے کے تحت پنجاب، سندھ اور خیبر پختونخوا کے 76 گھی اور تیل بنانے والے کارخانوں کو بھی وٹامن ڈی شامل کرنے کی غرض سے غذائی اجزاء (پری

مکس) فراہم کیے گئے ہیں۔ ان ملوں نے 950,000 ٹن گھی اور تیل کی پیداوار کی ہے۔ (بزنس ریکارڈر، 21 ستمبر، صفحہ15)

سول ہسپتال مٹھی، تھرپارکر میں گزشتہ دو دنوں میں غذائی کمی اور اس کے نتیجے میں ہونے والی بیماریوں کی وجہ سے مزید سات بچے جانبحق ہو گئے ہیں۔ ان بچوں کی ہلاکت کے بعد اس سال تھر میں مرنے والے بچوں کی تعداد 472 ہوگئی ہے۔ بیمار بچوں کو ہسپتال لے کر آنے والے والدین نے ذرائع ابلاغ کو بتایا کہ ہسپتال کو ادویات اور دیگر سہولیات کی کمی کا سامنا ہے اور ان کے بچوں کو معیاری طبی سہولیات فراہم نہیں کی جارہیں۔ ان کا مزید کہنا تھا کہ ''ہمیں کنوؤں کا آلودہ پانی پینے پر مجبور کردیا گیا ہے جو بچوں کی اموات کی بنیادی وجہ ہے''۔ (ڈان، 29 ستمبر، صفحہ 17)

سیکریٹری محکمہ صحت سندھ عثمان چاچڑ نے ایک اعلی سطح اجلاس کے دوران وزیر اعلی سندھ سید مراد علی شاہ کو بتایا ہے کہ سال 2018 میں تھر میں مرنے والی بچوں کی تعداد گزشتہ چار سالوں کے مقابلے زیادہ ہے۔ رواں سال کے دوران تھرپارکر میں 505 بچے ہلاک ہوچکے ہیں۔ سال 2017 میں 450، 2016 میں 479 اور 2015 میں 398 بچے تھرپارکر میں ہلاک ہوئے تھے۔ سیکریٹری صحت نے مزید کہا کہ بچوں کی اموات کی کئی وجوہات ہیں جن میں پیدائشی طور پر وزن میں کمی، نمونیا، شدید غذائی کمی اور اسہال وغیرہ شامل ہیں۔ (ڈان، 20 اکتوبر، صفحہ15)

وزیر اعلی سندھ کے مشیر برائے اطلاعات و قانون مرتضی وہاب نے کہا ہے کہ سندھ حکومت نے آئندہ ہفتے تھر کے 50,000 خاندانوں کے لیے غذائیت کا جامع منصوبہ شروع کرنے کا فیصلہ کیا ہے۔ آزمائشی منصوبہ کے تحت غذائیت سے بھرپور غذائی اشیا پر مشتمل تھیلے 50,000 خاندانوں کو فراہم کیے جائیں گے۔ خوراک کے ایک تھیلے پر 4,500 روپے لاگت آئے گی۔ ان خاندانوں کا انتخاب نادرا کے فراہم کردہ اعداد و شمار سے کیا گیا ہے۔ یہ آزمائشی منصوبہ تین مہینوں تک جاری رہے گا جس پر ہر ماہ 220 ملین روپے لاگت

آئے گی۔ (ڈان، 26 اکتوبر، صفحہ 17)

تھرپارکر کے خشک سالی سے متاثرہ علاقے مٹھی، کالوئی اورنگرپارکر میں غذائی کمی اور پانی سے ہونے والی بیماریوں کی وجہ سے مزید نو بچے جانبحق ہوگئے ہیں جس کے بعد اس سال مرنے والے بچوں کی تعداد 544 تک پہنچ گئی ہیں۔ محکمہ صحت کے عہدیداروں نے حکومتی موقف دہراتے ہوئے کہا ہے کہ مرنے والے زیادہ تر بچے وزن میں کمی کا شکار تھے جس کی وجہ کم عمری کی شادیاں ہیں۔ مرنے والے بچوں کے والدین کا کہنا ہے کہ ان کے گاؤں میں علاج کی سہولت میسر نہیں جس کی وجہ سے انھیں میلوں دور سفر کرکے مٹھی آنا پڑتا ہے۔ (ڈان، 5 نومبر، صفحہ 17)

مٹھی سول ہسپتال، تھرپارکر میں گزشتہ دو دنوں میں غذائی کمی اور پانی سے ہونے ولی بیماریوں سے مزید سات بچے جانبحق ہوگئے ہیں جس کے بعد اس سال مرنے والے بچوں کی تعداد 595 تک پہنچ گئی ہے۔ متاثرہ بچوں کو ہسپتال لانے والے والدین کا کہنا ہے کہ غذائی کمی اور مسلسل آلودہ پانی کا استعمال تھر میں بچوں کی اموات کی وجوہات ہیں۔ والدین کا مزید کہنا تھا کہ وہ کنوؤں کا انتہائی آلودہ پانی پینے پر مجبور ہیں کیونکہ ان کے پاس پانی کے حصول کا کوئی دوسرا ذریعہ نہیں ہے۔ (ڈان، 4 دسمبر، صفحہ 17)

سرکاری اعداد و شمار کے مطابق معدنی تیل اور گیس کے بھاری ذخائر سے مالا مال ضلع سانگھڑ، سندھ میں 53 فیصد بچے غذائی کمی کا شکار ہیں۔ سانگھڑ کی ضلعی انتظامیہ اور محکمہ صحت کے حکام کے ایک اجلاس میں بتایا گیا کہ یہ صورتحال تشویشناک ہے کیونکہ یہ شرح صوبے میں مجموعی طور پر غذائی کمی کے شکار بچوں کی شرح 48 فیصد سے بھی زیادہ ہے۔ ایڈیشنل ڈپٹی کمشنر سانگھڑ سبھاش چندر نے اس صورتحال کو تشویشناک قرار دیتے ہوئے کہا ہے کہ سندھ حکومت کے صحت کے حوالے سے شروع کیے گئے اقدامات کے تحت ضلع سانگھڑ میں متاثرہ بچوں کو غذائیت کی حامل خوراک (فوڈ سپلیمنٹ) فراہم کرنے کے لیے مہم کا آغاز کیا جائے گا۔ (دی ایکسپریس ٹریبیون، 10 دسمبر، صفحہ 5)

محکمہ صحت کے ذرائع کے مطابق سول ہسپتال مٹھی، تھرپارکر میں بھوک اور بیماریوں سے مزید چار بچے جانحق ہوگئے ہیں۔ رواں ماہ دسمبر میں مرنے والے بچوں کی تعداد 30 ہوگئی ہے جبکہ یکم جنوری سے اب تک مرنے والے بچوں کی کل تعداد 576 ہوگئی ہے۔ (بزنس ریکارڈر، 19 دسمبر، صفحہ 19)

ایک چار روزہ سروے میں ضلع کوئٹہ، پشین اور قلعہ عبداللہ میں چھ ماہ سے پانچ سال عمر تک کے بچوں میں غذائی کمی کی شرح تشویشناک پائی گئی ہے۔ سروے کے مطابق تینوں اضلاع کی کچھ آبادیوں میں غذائی کمی کی شرح عالمی سطح پر شدید غذائی کمی کے مقررہ معیار گلوبل ایکیوٹ میلنیوٹریشن (GAM) سے 40 فیصد سے بھی زائد ہے جبکہ پنج پئی یونین کونسل کے کچھ گاؤں میں یہ شرح 40 سے 50 فیصد جی اے ایم ہے۔ عالمی ادارہ برائے صحت کے معیار کے مطابق جی اے ایم کی 15 فیصد شرح ہنگامی صورتحال ہوتی ہے۔ جی اے ایم انتہائی شدید غذائی کمی (سیویر ایکیوٹ میلنیوٹریشن) اور درمیانہ درجہ کی شدید غذائی کمی (موڈریٹ ایکیوٹ میلنیوٹریشن) کا مرکب ہے۔ کوئٹہ بلاک کے ابتدائی نتائج کے ردعمل میں عالمی ادارے یونیسف (UNICEF) اور دیگر شراکت داروں کے تعاون سے محکمہ صحت نے غذائی کمی کے شکار متاثرین کے علاج کے لیے کوششیں شروع کردی ہیں۔ (ڈان، 22 دسمبر، صفحہ 5)

XII۔ قدرتی بحران

زلزلہ

بلوچستان میں لسبیلہ کے علاقوں میں کم شدت کا زلزلہ محسوس کیا گیا ہے۔ زلزلے سے کسی ہلاکت یا نقصان کی اطلاع نہیں ملی۔ محکمہ موسمیات پاکستان کے مطابق زلزلے کی شدت 3.7 میگنی ٹیوڈ تھی جو ضلع لسبیلہ اور اس کے گرد و نواح میں محسوس کیا گیا۔ (بزنس ریکارڈر، 27 ستمبر، صفحہ 21)

برفانی تودے

چترال کی وادی ششی کوہ میں برفانی تودے گرنے سے چار افراد ہلاک ہوگئے ہیں۔ ہنگامی امدادی ادارے ریسکیو 1122 کے مطابق سطح سمندر سے 10,000 فٹ کی بلندی پر طویل تلاش کے بعد چاروں افراد کی لاشیں نکال لی گئی ہیں۔ مرنے والوں میں دو بھائی بھی شامل ہیں۔ چاروں افراد اپنے مویشیوں کو چراگاہ سے واپس لینے کے لیے جارہے تھے جب وہ برفانی تودے کا شکار ہوئے۔ (دی ایکسپریس ٹریبیون، 5 نومبر، صفحہ 6)

XIII۔ مزاحمت

زمین

ہزارہ موٹروے کے متاثرین نے زمین کی قیمت نہ ملنے اور موٹروے سے ملحقہ سڑکوں (روڈوں) کی تعمیر میں تاخیر کے خلاف شنائی بالا میں احتجاج کرتے ہوئے ایک گھنٹے کے لیے شاہراہ قراقرم بند کردی۔ مظاہرین کا کہنا تھا کہ حکومت نے ہزارہ موٹروے کی تعمیر کے لیے ان کی زمینیں لیں لیکن نہ تو انہیں قیمت ادا کی جارہی ہے اور نہ ہی ملحقہ سڑکیں بنائی جارہی ہیں۔ مظاہرین ایڈیشنل اسسٹنٹ کمشنر اور پولیس افسران کی جانب سے اس معاملے پر وفاقی حکومت کے اعلی حکام سے بات کرنے کی یقین دہانی کے بعد پرامن طور پر منتشر ہوگئے۔ (دی نیوز، 21 اکتوبر، صفحہ 3)

ایک خبر کے مطابق پشاور کے علاقے شاہی بالاند کے مکینوں نے مبینہ طور پر علاقے کی زرخیز زمینوں کے لیے پانی روکنے پر چیف جسٹس سپریم کورٹ سے نوٹس لینے کا مطالبہ کیا ہے۔ پشاور پریس کلب میں پریس کانفرنس کرتے ہوئے کسان گل باچا کا کہنا تھا کہ نجی رہائشی منصوبے کے لیے زمین نہ دینے کی پاداش میں گزشتہ ایک سال سے تقریباً 2,000 ایکڑ زرعی زمین کو پانی کی فراہمی معطل ہے۔ کسانوں کے مطابق وہ گزشتہ کئی دہائیوں سے متعلقہ ادارے کو آبیانہ ادا کرتے آئے ہیں۔ گل باچا نے الزام عائد کیا کہ ڈیفنس

ہاؤسنگ اسکیم نے ان سے جبراً زمین خریدی لیکن 60 سے 70 کسانوں نے اپنی وراثتی زمین فروخت کرنے سے انکار کردیا تھا جس کی وجہ سے ان کی زرعی زمینوں کے لیے پانی کی فراہمی روک دی گئی ہے۔ (بزنس ریکارڈر، 4 دسمبر، صفحہ19)

مداخل

پاکستان کسان اتحاد کی قیادت میں پنجاب کے مختلف اضلاع سے تعلق رکھنے والے کسانوں نے گزشتہ دو ماہ کے دوران کیمیائی کھاد کی قیمتوں میں اضافے کے خلاف لاہور کے داخلی راستے ٹھوکر نیاز بیگ پر احتجاجی مظاہرہ کیا۔ ٹریکٹر ٹرالیوں اور دیگر گاڑیوں پر سوار کسان ٹھوکر نیاز بیگ پر جمع ہوئے اور گاڑیاں کھڑی کرکے ملتان روڈ گاڑیوں کی آمد و رفت کے لیے بند کردیا۔ کسانوں نے مطالبات کی منظوری تک احتجاج جاری رکھنے کا عزم ظاہر کیا ہے۔ کسانوں کے مطالبات میں کیمیائی کھاد ڈی اے پی اور یوریا کی پرانی قیمتوں پر فراہمی، کسان بازار کا قیام، زرعی پالیسی کے لیے کسانوں سے مشاورت اور بورے والا پولیس کی جانب سے کسان رہنماؤں پر درج مقدمات ختم کرنے کے مطالبات شامل ہیں۔ (ڈان، 6 دسمبر، صفحہ2)

وزیر اعلی پنجاب عثمان بوزدار کی جانب سے کسانوں کے حقیقی مسائل کے حل کی یقین دہانی کے بعد پاکستان کسان اتحاد نے ٹھوکر نیاز بیگ، لاہور میں احتجاجی مظاہرہ ختم کردیا ہے۔ پاکستان کسان اتحاد کی طرف سے جاری کردہ اعلامیہ میں کہا گیا ہے کہ شوگر مل مالکان نے یقین دہانی کروائی ہے کہ ملیں آج (سات دسمبر) سے گنے کی کرشنگ شروع کردیں گی۔ یہ فیصلہ کیا گیا ہے کہ کسانوں کے خلاف درج مقدمات ختم کرنے کے لیے قانونی طریقہ اختیار کیا جائے گا جبکہ کیمیائی کھادوں کی قیمتوں کو کم کرنے کے لیے اقدامات تجویز کیے گئے ہیں۔ اس کے علاوہ ٹیوب ویلوں کے بجلی کے بلوں کے معاملہ کو حل کرنے کے لیے سیکریٹری توانائی تجاویز پیش کریں گے۔ (ڈان، 7 دسمبر، صفحہ2)

پانی

نصیرآباد، بلوچستان میں سینکڑوں کسانوں نے علاقے کی مختلف نہروں میں پانی کی عدم فراہمی کے خلاف قومی شاہراہ پر احتجاج کیا ہے۔ کسانوں نے احتجاجاً قومی شاہراہ گاڑیوں کی آمد ورفت کے لیے بند کردی۔ مظاہرین نے محکمہ آبپاشی اور کمشنر کے دفتر کے سامنے دھرنا بھی دیا اور تھمبو، مگسی اور روپالی نہر میں بلاتاخیر پانی فراہم کرنے کا مطالبہ کیا ہے۔ (ڈان، 6 ستمبر، صفحہ 5)

دادو اور میرپور خاص اضلاع میں نہر کے آخری سرے کے کسانوں نے احتجاج کرتے ہوئے محکمہ آبپاشی کے افسران پر جاگیرداروں کی ملی بھگت سے پانی چوری کا الزام عائد کیا ہے۔ ضلع دادو کی پیرگنیو شاخ کے آخری سرے کے چھوٹے کسانوں نے احتجاجی ریلی نکالی اور پریس کلب سمیت خشک نہر کے مختلف مقامات پر احتجاجی مظاہرہ بھی کیا۔ مظاہرین کی قیادت کرنے والے کسان محمد سلیمان کا کہنا تھا کہ انہیں فصلوں اور پینے کے لیے پانی کی سنگین کی قلت کا سامنا ہے۔ جاگیرداروں نے نہروں کے ساتھ اپنے مسلح کارندے تعینات کیے ہوئے ہیں۔ ان کا مزید کہنا تھا کہ پوری نہر پر اس طرح کا قبضہ محکمہ آبپاشی کی ملی بھگت کے بغیر ممکن نہیں ہے۔ مسلح افراد نہری پانی کو آخری سرے تک پہنچنے سے روک رہے ہیں۔ کئی ہفتوں سے جاری اس پانی کی چوری کی وجہ سے چھوٹے کسان کپاس، گنا اور سبزیاں کاشت نہیں کر پائے ہیں۔ اسی طرح میرپور خاص میں بھی کھیراؤ شاخ کے آخری سرے کے کسانوں نے پانی کی قلت کے خلاف مقامی پریس کلب پر احتجاجی مظاہرہ کیا ہے۔ (ڈان، 18 ستمبر، صفحہ 17)

ایک خبر کے مطابق پشاور کے میدانی علاقوں میں پانی کی کمی کی وجہ سے ہزاروں باغات اور زرعی زمین تیزی سے بنجر ہورہی ہے۔ مختلف دیہات سے تعلق رکھنے والے کاشتکاروں نے متعلقہ محکموں کی پانی کی قلت پر توجہ دلانے کے لیے چارسدہ روڈ پر احتجاجی ریلی نکالی۔ مظاہرین نے وزارت آبپاشی اور سیکریٹری آبپاشی کو خبردار کیا ہے کہ اگر وقت پر پانی کی ترسیل ممکن نہ بنائی گئی تو ان کے دفاتر کا گھیراؤ کیا جائے گا۔ پانی کی کمی کی وجہ سے گندم، مکئی گنے کی فصلیں اور ناشپاتی، خوبانی و دیگر پھلوں کے باغات بری طرح متاثر

ہوئے ہیں۔ (دی نیوز، 28 اکتوبر، صفحہ 3)

ایک خبر کے مطابق چیف جسٹس پاکستان میاں ثاقب نثار جنہوں نے تھر میں غذائی کمی اور حاملہ عورتوں کے لیے ناقص طبی سہولیات کی فراہمی کی وجہ سے ہونے والی بچوں کی اموات کا نوٹس لیا تھا، آج (12 دسمبر کو) مٹھی کا دورہ کریں گے۔ علاقے کے سابق ارکان سندھ اسمبلی اور دیگر سیاسی شخصیات نے مقامی پریس کلب میں ایک پریس کانفرنس کے دوران اعلان کیا ہے کہ وہ چیف جسٹس کے سامنے سندھ حکومت کی جانب سے ضلع کی واحد نہر رن مائنر میں پانی جاری کرنے میں ناکامی کے خلاف احتجاجی مظاہرہ کریں گے۔ ان کا مزید کہنا تھا کہ اس احتجاج میں بڑی تعداد میں تھری عوام بشمول کسان حصہ لیں گے۔ رن مائنر میں پانی کی عدم فراہمی کی وجہ سے تھرپارکر کی 45,000 ایکڑ زرخیز زمین بنجر ہوگئی ہے۔ (ڈان، 12 دسمبر، صفحہ 17)

پیداوار

سندھ ہاری کمیٹی، سندھ گروورز آرگنائزیشن اور کمیونسٹ پارٹی آف پاکستان کی زیر صدارت کاشتکاروں اور ہاریوں کی بڑی تعداد نے حیدرآباد میں احتجاجی دھرنا دیا۔ مظاہرین نے مطالبہ کیا ہے کہ گنے کے کاشتکاروں کو بقایاجات ادا کیے جائیں، گنے کی فی من قیمت 250 روپے مقرر کی جائے اور گنے کی کرشنگ 15 نومبر سے شروع کی جائے۔ مظاہرین نے سندھ حکومت سے کہا ہے کہ وہ ملوں کی جانب سے کسانوں کے بقایاجات کی ادائیگی کو یقینی بنانے میں اپنا کردار ادا کرے۔ (ڈان، 28 اکتوبر، صفحہ 17)

سندھ آبادگار اتحاد نے خبردار کیا ہے کہ اگر 15 نومبر تک گنے کی کرشنگ شروع نہیں کی گئی اور اس کی امدادی قیمت 200 روپے فی من مقرر نہیں کی گئی تو کراچی میں دھرنا دیا جائے گا۔ حیدرآباد پریس کلب میں پریس کانفرنس کے دوران سندھ آبادگار اتحاد کے صدر نواب زبیر تالپور کا کہنا تھا کہ سندھ شوگر کین ایکٹ کے مطابق گنے کی کرشنگ اکتوبر میں شروع ہونی چاہیے لیکن ماہ نومبر کے نو دن گزر جانے کے

باوجود اب تک شوگر ملوں کی جانب سے گنے کی کرشنگ شروع نہیں کی گئی اور ناہی سندھ حکومت کی جانب سے گنے کی امدادی قیمت مقرر کی گئی ہے۔ لاکھوں ایکڑ زمین پر گنے کی فصل تیار ہے جس کی کرشنگ میں تاخیر سے کسانوں کو مالی نقصان ہوگا۔ (بزنس ریکارڈر، 10 نومبر، صفحہ 3)

خیبر پختونخوا کے گنے کے کاشتکاروں نے خبردار کیا ہے کہ اگر فوری طور پر صوبے میں گنے کی کرشنگ شروع نہیں کی گئی تو وہ 29 نومبر کو پشاور میں صوبائی اسمبلی کے باہر احتجاجی مظاہرہ کریں گے اور مرکزی شاہراہ انڈس ہائی وے کو احتجاجاً بند کردیں گے۔ پشاور پریس کلب پر پریس کانفرنس کے دوران کسان بورڈ خیبر پختونخوا کے صدر رضوان اللہ خان کا کہنا تھا کہ شوگر کین ایکٹ کے تحت عام طور پر گنے کی کرشنگ کا آغاز 15 اکتوبر سے ہوتا تھا جس میں ترمیم کرکے کرشنگ کا وقت بڑھا کر یکم نومبر کردیا گیا۔ لیکن حکومت اور مل مالکان کے درمیان جاری مذاکرات کی وجہ سے کرشنگ میں تاخیر ہورہی ہے اور انہیں خدشہ ہے کہ ملوں کی جانب سے کرشنگ میں تاخیر کی وجہ سے صوبے میں گندم کی کاشت میں تاخیر ہوگی۔ کسان بورڈ خیبر پختونخوا نے گنے کی قیمت 250 روپے فی من قیمت مقرر کرنے اور بلا تاخیر گنے کی کرشنگ شروع کرنے کا مطالبہ کیا ہے۔ (بزنس ریکارڈر، 25 نومبر، صفحہ 13)

ایک خبر کے مطابق گنے کے کاشتکاروں اور دو کسان تنظیموں کے ارکان نے گنے کی قیمت 250 روپے فی من مقرر کرنے، گنے کی کرشنگ فوری شروع کرنے اور ملوں کی جانب سے کسانوں کے واجبات کی ادائیگی کے لیے حیدرآباد میں تین روزہ احتجاج کا آغاز کردیا ہے۔ کسانوں نے احتجاجی مہم کا آغاز کرتے ہوئے حیدرآباد پریس کلب پر سندھ حکومت اور ملوں کے خلاف نعرے لگائے۔ کسان تنظیموں کے رہنماؤں نے ملوں کی جانب سے کسانوں کے معاشی قتل کی مذمت کی ہے۔ (ڈان، 1 دسمبر، صفحہ 17)

سندھ آبادگار اتحاد نے شوگر مل مالکان کی جانب سے گنے کی کرشنگ شروع نہ کرنے اور سندھ حکومت کی سال 2018-19 کے لیے گنے کی امدادی قیمت مقرر کرنے میں ناکامی کے خلاف ٹھنڈی سڑک، حیدرآباد پر

احتجاجی مظاہرہ کیا۔ مظاہرین نے سندھ حکومت کے خلاف نعرے بازی کی۔ اس دوران سڑک کے دونوں اطراف گاڑیوں کی آمد و رفت معطل ہوگئی۔ مظاہرین نے گنے کی قیمت 200 روپے فی من مقرر کرنے کا مطالبہ کیا ہے۔ سندھ کے گنا کمشنر نے مظاہرین سے مذاکرات میں یقین دہانی کروائی ہے کہ اگلے کچھ دنوں میں گنے کی قیمت کا اعلامیہ جاری کردیا جائے گا۔ مظاہرین نے خبردار کیا ہے کہ اگر وعدہ پورا نہ کیا گیا تو وہ احتجاجاً قومی شاہراہ بند کردیں گے۔ (ڈان، 7 دسمبر، صفحہ 17)

خیبر پختونخوا کے کاشتکاروں نے خبردار کیا ہے کہ اگر وفاقی حکومت نے تمباکو کے استعمال پر مجوزہ ''گناہ ٹیکس'' عائد کیا تو وہ صوبہ بھر میں احتجاجی مہم کا آغاز کریں گے۔ پشاور پریس کلب میں میں تمباکو کے کاشتکاروں کے نمائندے رستم خان نے تمباکو کے استعمال پر گناہ ٹیکس عائد کرنے کی وفاقی وزارت صحت کی تجویز کی سخت مذمت کی ہے۔ انہوں نے مزید کہا کہ صوبے کے غریب کسانوں کے لیے تمباکو کی فصل کی اہمیت کو سمجھے بغیر بین الاقوامی غیر سرکاری تنظیموں کو خوش کرنے کے لیے یہ ٹیکس عائد کرنے کی تجویز دی گئی ہے۔ تمباکو خیبر پختونخوا کی ایک اہم فصل ہے جس سے بلواسطہ اور بلاواسطہ ہزاروں افراد کا روزگار وابستہ ہے۔ تقریباً 85 فیصد تمباکو کی فصل کے پی کے میں کاشت کی جاتی ہے۔ (بزنس ریکارڈر، 14 دسمبر، صفحہ 16)

سندھ آبادگار بورڈ نے گنے کی کرشنگ میں تاخیر کے خلاف بے نظیر آباد میں احتجاج کرنے والے کسانوں کے خلاف مقدمہ درج کرنے کی مذمت کی ہے۔ بورڈ نے خبردار کیا ہے کہ اگر سندھ حکومت نے کاشتکاروں کے خلاف درج جھوٹا مقدمہ واپس نہیں لیا تو وہ صوبہ بھر میں احتجاجی سلسلہ شروع کردیں گے۔ کسان شوگر ملوں کے خلاف احتجاج کررہے تھے اور گنے کی کرشنگ شروع کرنے کے لیے حکومتی عملداری قائم کرنے کا مطالبہ کررہے تھے۔ سندھ آباد گار بورڈ کے ارکان نے کہا کہ حکومت نے 650 غریب کسانوں کے خلاف مقدمہ درج کیا جو حکومتی عملداری کے نفاذ کا مطالبہ کررہے تھے لیکن ملوں کے خلاف کوئی کارروائی نہیں کی گئی جو حکومت کو چیلنج کررہے ہیں۔ (ڈان، 18 دسمبر، صفحہ 17)

ماہی گیری

بھارتی جیلوں میں قید پاکستانی ماہی گیروں کے اہل خانہ نے کراچی میں آرٹس کونسل سے پریس کلب تک احتجاجی ریلی نکالی۔ ماہی گیروں کے حقوق کے لیے سرگرم ایک غیر سرکاری تنظیم نے اس ریلی کا انعقاد کیا۔ تنظیم کے چیئرمین محمد علی شاہ کا کہنا تھا کہ اس وقت 94 پاکستانی ماہی گیر بھارتی جیلوں میں جبکہ 391 بھارتی ماہی گیر پاکستانی جیلوں میں قید ہیں۔ ان قیدیوں میں بچے اور وہ ماہی گیر بھی شامل ہیں جنہوں نے چھ ماہ سے زیادہ قید کاٹ لی ہے جنہیں انسانی ہمدردی کی بنیاد پر رہا کرنے کی ضرورت ہے۔ دونوں ممالک کے ماہی گیر ساحلی محافظوں کی جانب سے گرفتار کیے جانے کی وجہ سے بری طرح متاثر ہوتے ہیں۔ (ڈان، 11 ستمبر، صفحہ 17)

ب۔ بین الاقوامی زرعی خبریں

ا۔ زرعی پیداواری وسائل

زمین

انڈونیشیا میں لاکھوں بے زمین کسان اور مقامی افراد زمینی ملکیت سے محروم رہ گئے ہیں۔ بے زمین کسانوں کے حقوق کے لیے متحرک کارکن دیوی کارتکا کا کہنا ہے کہ حکومت کی جانب سے زمین کی تقسیم کے عمل میں ملک کے غریب ترین طبقے کے تحفظات کو نظر انداز کیا گیا ہے۔ حکومت صرف اس زمین کے ملکیتی حقوق دے رہی ہے جسے وہ تصدیق شدہ اور تنازعات سے پاک زمین سمجھتی ہے جبکہ متنازعہ علاقہ جات اور جہاں زمینی ملکیت متنازعہ ہے وہاں لاکھوں مقامی افراد زمینی ملکیت سے محروم ہورہے ہیں۔ انہوں نے مزید کہا ہے کہ زمینی اصلاحات کا عمل نیچے سے اوپر کی طرف ہونا چاہیے جس میں بے زمین کسان، ماہی گیر اور مقامی افراد شامل ہوں جو زمین (کی اہمیت) سے واقف ہیں۔ انڈونیشیا کے صدر جوکو ویڈوڈو نے جنگلات کی زمین کے ملکیتی دستاویز 2013 کے اس تاریخی فیصلے کے تحت جاری کیے تھے کہ جنگلات پر سے سرکاری اختیار کا خاتمہ کرکے اس پر مقامی افراد کا حق تسلیم کیا جائے۔ ان کا مزید یہ کہنا تھا کہ مقامی (indigenous) اور دیہی آبادیاں دنیا کی آدھی سے زیادہ زمین رواج پر مبنی حقوق (customaryrights) رکھتے ہیں لیکن محفوظ قانونی حقوق صرف 10 فیصد کے پاس ہوں گے۔ (دی ایکسپریس ٹریبیون، 25 ستمبر، صفحہ 9)

پانی

ایک مضمون کے مطابق موسمی تبدیلی نے پانی کی قلت کو عالمی سطح پر بقاء کا مسئلہ بنادیا ہے۔ امیر ممالک نے اپنی پانی کی ضروریات پوری کرنے کے لیے سرحدوں کے پار دیکھنا شروع کردیا ہے۔ سعودی عرب اور چین کو اپنے عوام کی خوراک اور پانی کے مسئلے کو حل کرنے کے لیے امریکہ کا رخ کرنا پڑا۔ 2014 میں سعودی عرب کی سب سے بڑی ڈیری کمپنی المراعی نے سعودی عرب میں اپنے مویشیوں کی خوراک کے

لیے الفا الفا کاشت کرنے کی غرض سے ایری زونا میں 15 مربع میل زرعی زمین 47.5 ملین ڈالر میں حاصل کی۔ اس چارے کی کاشت کے لیے گندم کے مقابلے تقریباً چار گنا زیادہ پانی درکار ہوتا ہے، یہی وجہ ہے کہ سعودی عرب کو ایری زونا کا رخ کرنا پڑا تھا۔ چین کو بھی خوراک کے لیے امریکہ کا رخ کرنا پڑا تھا جس کی پیداوار کے لیے بڑے پیمانے پر میٹھے پانی کی ضرورت ہوتی ہے۔ صحرائے گوبی اور اس کے ارد گرد چین کو پانی کی قلت کا سامنا ہے۔ چین دنیا میں پیدا ہونے والی سویابین کی آدھی سے زیادہ فصل امریکہ اور جنوبی امریکہ سے درآمد کررہا ہے، اس فصل کی کاشت میں بھی پانی زیادہ استعمال ہوتا ہے۔ 2013 میں چینی کمپنی نے دنیا کی سب سے بڑی سور کی افزائش کرنے والی کمپنی اسمتھ فیلڈ فوڈز کو خرید لیا جو گوشت کے لیے تقریباً چوتھائی سوروں کی افزائش امریکہ میں کرتی ہے۔ اس تمام مرحلے میں سوروں کی خوراک کی کاشت میں بھی بڑے پیمانے پر پانی استعمال ہوتا ہے جنہیں چین میں خوراک کے لیے استعمال کیا جاتا ہے۔ (جیف نیسبٹ، انٹرنیشنل نیویارک ٹائمز، 20 اکتوبر، صفحہ 9)

II۔ زرعی مداخل

صنعتی طریقہ زراعت

- زرعی قرضے

بھارت کی تین ریاستوں میں قائم ہونے والی کانگریس کی نئی حکومتوں نے 2019 میں ہونے والے عام انتخابات کے تناظر میں کسانوں پر واجب الادا 8.6 بلین ڈالر کے قرضے معاف کردیے ہیں۔ چھوٹے کسانوں کے 200,000 بھارتی روپے تک کے زرعی قرضے معاف کیے گئے ہیں۔ ان تین ریاستوں میں چھتیس گڑھ، راجستھان اور مدھیہ پردیش شامل ہیں۔ بھارت میں کسانوں کی صورتحال افسوسناک ہے جہاں ہر سال ہزاروں کسان خودکشی کررہے ہیں۔ (دی ایکسپریس ٹریبیون، 21 دسمبر، صفحہ 9)

III۔ غذائی فصلیں، پھل سبزی، نقد آور فصلیں و اشیاء

امریکی محکمہ زراعت نے کہا ہے کہ آئندہ سال امریکی کسانوں کی جانب سے سویابین اور کپاس کی کاشت میں کمی جبکہ مکئی اور گندم کی کاشت میں اضافے کا امکان ہے۔ کسان سال 20-2019 میں 92 ملین ایکڑ زمین پر مکئی کاشت کریں گے۔ گزشتہ سال مکئی کا زیر کاشت رقبہ 89.1 ملین ایکڑ تھا۔ سویابین کا زیر کاشت رقبہ آئندہ سال 82.5 ملین ایکڑ ہوگا جو گزشتہ سال 89.1 ملین ایکڑ تھا۔ اسی طرح گندم 51 ملین ایکڑ رقبے پر کاشت کیا جائے گا جو گزشتہ سال 47.8 ملین ایکڑ پر کاشت کیا گیا تھا۔ (بزنس ریکارڈر، 4 نومبر، صفحہ 9)

اشیاء

- چینی

برازیل میں گنے کی صنعت سے وابستہ گروپ یونیکا (Unica) نے کہا ہے کہ بارشوں کی وجہ سے گنے کی کرشنگ میں تاخیر اور ملوں کی جانب سے چینی کے بجائے ایتھنول کی پیداوار کے جاری رجحان کی وجہ سے برازیل میں اکتوبر کے پہلے مرحلے میں چینی کی پیداوار 43 فیصد کم ہوگئی ہے۔ ملوں نے تقریباً 68 فیصد گنا ایندھن کی پیداوار کے لیے مختص کردیا ہے جس کے بعد چینی کی پیداوار کے لیے صرف 32 فیصد گنا بچتا ہے۔ مقامی طور پر ایتھنول کی فروخت میں اکتوبر کے مہینے میں گزشتہ سال کے مقابلے 42 فیصد اضافہ ہوا ہے۔ (بزنس ریکارڈر، 28، اکتوبر، صفحہ 11)

بھارتی صنعتوں اور تاجروں کا کہنا ہے کہ سال 20-2019 میں بھارت میں چینی کی پیداوار کم ہوسکتی ہے کیونکہ ملک کی دو اہم ریاستوں میں کسانوں کو خشک سالی کی وجہ سے گنے کی کاشت میں مشکلات کا سامنا ہے۔ ریاست مہاراشٹرا اور کرناٹکا میں پانی کی قلت کی وجہ سے کئی کسان گنا کاشت نہیں کرسکے ہیں جس کا اثر اگلے سال کی پیداوار پر پڑے گا۔ بھارت میں رواں سال گنے کی پیداوار کا اندازہ 31.5 سے 32 ملین ٹن ہے جبکہ اگلے سال 20-2019 میں گنے کی پیداوار کم ہوکر 28 سے 29 ملین ٹن ہونے کا خدشہ

ہے۔ (بزنس ریکارڈر، 16 دسمبر، صفحہ 9)

IV۔ مال مویشی، ماہی گیری اور مرغبانی

مندرجہ بالا شعبے میں ان چار ماہ میں کوئی خبر دستیاب نہیں۔

V۔ تجارت

جرمنی کی چینی کی صنعت سے وابستہ تنظیم (WVZ) نے کہا ہے کہ بھارتی حکومت کی جانب سے چینی کی برآمد پر زرتلافی دینے کے نئے منصوبے سے چینی کی قیمت مزید کم ہوجائے گی اور اس فیصلے کی یورپی یونین کی جانب سے مخالفت ہونی چاہیے۔ بھارتی کابینہ نے چینی کے ذخائر کو کم کرنے، اس کی پیداوار اور برآمد کرنے والوں کی حوصلہ افزائی کے لیے زرتلافی دینے کی منظوری دی ہے۔بھارتی وزارت خوراک پانچ ملین ٹن چینی برآمد کرنے کے لیے صنعتوں کی حوصلہ افزائی کرے گی۔ برازیل کی حکومت نے بھی بھارتی فیصلے پر شدید تحفظات کا اظہار کیا ہے۔ جرمن تنظیم کے مطابق عالمی منڈی میں چینی کی قیمت میں حالیہ کمی کی وجہ بھارت کی جانب سے زرتلافی دینے کی پالیسی ہے۔ عالمی منڈی میں خام چینی کی قیمت گزشتہ دس سالوں کی کم ترین سطح پر آ گئی ہے۔ (بزنس ریکارڈر، 2 اکتوبر، صفحہ 22)

برآمدات

- سویابین

امریکہ کے ساتھ تجارتی جنگ چین کو سویابین کے متبادل زرائع کی طرف راغب کررہی ہے۔ برازیل کی وزارت زراعت کے مطابق برازیل نے جنوری تا اگست 2018 کے درمیان 50.9 ملین ٹن سویا بین چین کو برآمد کیا ہے۔ برازیل کی سویابین کی سالانہ برآمد کا حجم 20 فیصد اضافے کے بعد 25.72 بلین ڈالر ہوگیا۔ برازیل کی معمول سے زیادہ سویابین کی برآمد اور اس کے کم ہوتے ذخائر ظاہر کررہے ہیں کہ جنوری

میں سویابین کی اگلی فصل کی کٹائی تک چین کو مزید سویا بین کی برآمد کا امکان نہیں ہے۔ چین کو برآمد کیا جانے والا سویا بین برازیل کی مجموعی زرعی برآمدات کا 30 فیصد ہے۔ (بزنس ریکارڈر، 18 ستمبر، صفحہ 18)

- گوشت

صنعتی ماہرین اور تجزیہ کاروں کے مطابق چین کی جانب سے گوشت کی طلب میں اضافے اور سکہ (کرنسی) کی قدر میں کمی کے نتیجے میں ارجنٹائن کی گوشت کی برآمد 2018 میں دگنی ہوکر 1.8 بلین ڈالر تک جاسکتی ہے۔ دستیاب اعداد و شمار کے مطابق سال کے اختتام تک گوشت کی برآمد 400,000 سے 470,000 ٹن تک متوقع ہے جو گزشتہ سال 200,000 ٹن تھی۔ (بزنس ریکارڈر، 2 ستمبر، صفحہ 13)

VI۔ کارپوریٹ شعبہ

زرعی کیمیائی کمپنیاں

- بائیر

جرمن کیمیائی کمپنی بائیر نے کہا ہے کہ کمپنی مونسانٹو کے انضمام کے تناظر میں بڑے پیمانے پر اصلاحات کے لیے 12,000 ملازمتیں ختم کردے گی جس سے کمپنی کو 2022 سے سالانہ تین بلین ڈالر کی بچت ہوگی۔ تفصیلات کے مطابق بائیر ادویات سازی، صارفین کی صحت اور زرعی سائنس کے اپنے بنیادی کاروبار کے لیے وسائل کے ارتکاز کے لیے مویشیوں کی صحت سے متعلق کاروبار سے نکل جائے گی۔ کمپنی کا کہنا ہے کہ یہ اقدامات ضروری تھے جو کمپنی کی کارکردگی میں اضافے کی بنیاد بنیں گے۔ (بزنس ریکارڈر، 30 نومبر، صفحہ 15)

VII۔ بیرونی امداد

ایک مضمون کے مطابق ایکواڈور کی توانائی کی ضرورت پوری کرنے اور ملک کو غربت سے نکالنے کے لیے چین کے مالی قرضوں سے قائم ہونے والا کوکاکوڈوسن کلیئر ڈیم انتہائی اہم تصور کیا جارہا تھا۔ تاہم توقعات

کے برعکس یہ منصوبہ ایکواڈور کے لیے قومی بدنامی کا سبب ثابت ہوا ہے جس نے جنوبی امریکی ریاست کو بدعنوانی میں مبتلا کردیا اور چین کے قرضوں کی بیڑیوں میں جکڑ دیا ہے۔ اس کے علاوہ پلوں، ہائی ویز، آبپاشی، اسکول، صحت کے مراکز اور دیگر ڈیموں کی تعمیر کے لیے حکومت نے چین سے 19 بلین ڈالر کے قرضے لیے تھے۔ ایکواڈور کی حکومت ان قرضہ جات کی واپسی کے لیے سخت دوڑ و دھوپ کررہی ہے۔ اس بات سے قطع نظر کہ ایکواڈور قرضہ واپس کرنے کے قابل ہے یا نہیں، چین دوسرے طریقہ سے رقم وصول کررہا ہے۔ قرض کی ادائیگی کے لیے ایکواڈور اپنے ملک کی سب سے اہم برآمد تیل 80 فیصد چین کو دیتا ہے کیونکہ قرض کی ادائیگی تیل کی صورت میں ادا کی جاتی ہے نہ کہ ڈالر میں۔ درحقیقت چین رعایتی قیمت پر تیل حاصل کرتا ہے اور پھر منافع رکھ کر فروخت کردیتا ہے۔ ایکواڈور کے لیے چین کو قرضوں کی رقم کی ادائیگی جاری رکھنے کے لیے تیل کی مخصوص مقدار نکالتے رہنا انتہائی ضروری ہے جس کی وجہ سے ایکواڈور کو ایمیزون کے جنگلات میں تیل نکالنے کے لیے مزید کھدائی کرنا ہوگی جس سے مزید جنگلات ختم ہونے کا خطرہ ہے۔ اس کے علاوہ ایکواڈور کے صدر نے قرضوں کی ادائیگی کے لیے سماجی بہبود پر ہونے والے اخراجات میں کمی، پیٹرول پر دی جانے والی زرتلافی میں کٹوتی، مختلف حکومتی اداروں اور 1,000 سے زائد سرکاری نوکریوں میں کمی کی ہے۔ ماہرین اقتصادیات کا کہنا ہے کہ ملک کساد بازاری کی طرف پھسلتا جارہا ہے۔ ایکواڈور کے وزیر توانائی کا کہنا ہے کہ چین ایکواڈور کا فائدہ اٹھانا چاہتا ہے۔ ان کا کہنا تھا کہ چین کی حکمت عملی بالکل صاف ہے کہ چین دوسرے ممالک کی معیشت پر قبضہ کرنا چاہتا ہے۔ (دی نیو یارک ٹائمز، 26 دسمبر، صفحہ 1)

VIII۔ پالیسی

مندرجہ بالا شعبے میں ان چار ماہ میں کوئی خبر دستیاب نہیں۔

IX۔ ماحول

پانی

- آلودگی

یورپی پارلیمنٹ نے یورپی یونین میں ایک بار استعمال ہونے والی پلاسٹک کی اشیاء پر پابندی کی منظوری دے دی ہے۔ یہ اشیاء سمندر اور ساحل کو آلودہ کرنے والے فضلے کا 70 فیصد ہیں۔ یورپ کی پلاسٹک بنانے والوں کی تنظیموں نے ان اقدامات کو غیر متناسب قرار دیتے ہوئے کہا ہے کہ اس پابندی سے اس سرمایہ کاری کی حوصلہ شکنی ہوگی جو پلاسٹک کو دوبارہ قابل استعمال بنانے کے طریقے دریافت کرنے کے لیے ضروری ہے۔ اس پابندی کے تحت پلاسٹک کی مشروبات کی بوتلوں کو علیحدہ سے جمع کرنا ہوگا اور اس کی 90 فیصد تعداد کو 2025 تک دوبارہ استعمال کے قابل بنایا جائے گا۔ (ڈان، 25 اکتوبر، صفحہ13)

فضا

- آلودگی

WHO (ڈبلیو ایچ او) کی ایک رپورٹ (Prescribing clean air) کے مطابق فضائی آلودگی کی وجہ سے ہر سال 600,000 بچے ہلاک ہو جاتے ہیں۔ فضائی آلودگی ذہنی معذوری سے لے کر موٹاپے اور کانوں کے امراض جیسی علامات کا سبب بن رہی ہے۔ رپورٹ میں کہا گیا ہے کہ والدین کو کھانا پکانے اور گرم کرنے کے لیے گھروں میں کم آلودگی پھیلانے والے ایندھن استعمال کرنے، سگریٹ نوشی سے پرہیز اور بچوں کو آلودگی سے بچانا چاہیے اور صاف ماحول کی فراہمی کے لیے سیاستدانوں کو قانون سازی کرنے پر راغب کرنا چاہیے۔ ڈبلیو ایچ او کے ڈائریکٹر جنرل ٹیڈروس اڈھینم گیبریسیس (Tedros Adhanom Ghebreyesus) کا کہنا ہے کہ آلودہ فضا لاکھوں بچوں کی زندگی میں زہر گھول کر ان کی زندگیاں تباہ کررہی ہے۔ ایشیا، افریقہ اور لاطینی امریکہ کے ممالک سب سے زیادہ فضائی آلودگی سے متاثر ہونے والوں میں شامل ہیں۔ ہر بچے کو صاف فضا میں سانس لینے کا اختیار ہونا چاہیے تاکہ ان کی بڑھوتری ہو اور

اپنی صلاحیتوں کو پورا کرسکیں۔ یہ رپورٹ بچوں میں فضائی آلودگی کے اثرات کی جدید سائنسی معلومات پر مشتمل ہے جو دنیا کے 93 فیصد بچوں کو متاثر کرتی ہے۔ (دی ایکسپریس ٹریبیون، 4 نومبر، صفحہ 12)

بھارت کے نیشنل گرین ٹریبونل نے دہلی کی شہری انتظامیہ پر 3.5 ملین ڈالر جرمانہ عائد کیا ہے۔ یہ جرمانہ دہلی میں کچھ آلودگی پھیلانے والی صنعتوں کی جانب سے نقصاندہ فضلہ کھلی فضا میں جلانے کے واقعات سامنے آنے اور انتظامیہ کی جانب سے اسے نظر انداز کیے جانے پر عائد کیا گیا ہے۔ ٹریبونل دہلی کے رہائشیوں کی جانب سے دائر کی گئی درخواست کی سماعت کررہی تھی۔ دہلی ان 14 بھارتی شہروں میں سے ایک ہے جو ڈبلیو ایچ او کے مطابق دنیا کے 20 آلودہ ترین شہروں میں شامل ہیں۔ بھارت میں فضائی آلودگی سے ہر سال 1.1 ملین افراد قبل از وقت موت کا شکار ہوتے ہیں۔ (ڈان، 5 دسمبر، صفحہ 12)

X۔ موسمی تبدیلی

اقوام متحدہ کے مطابق فضا میں مضر گیسوں کی مقدار جو موسمی تبدیلی کی بنیادی وجہ ہے، نئی ریکارڈ سطح تک پہنچ گئی ہے جس پر قابو پانے کا وقت نکلتا جارہا ہے۔ عالمی ادارہ موسمیات (WMO) کے سربراہ پیٹری تالاس (Petteri Taalas) نے ایک بیان میں کہا ہے کہ کاربن اور مضر گیسوں کے اخراج میں کمی کیے بغیر موسمی تبدیلی کے تباہ کن اثرات زمین پر ناقابل تلافی اثرات مرتب کریں گے۔ (بزنس ریکارڈر، 23 نومبر، صفحہ 6)

موسمی تبدیلی کے حوالے سے اقوام متحدہ کا اجلاس کوپ 24 (COP 24) پولینڈ کے شہر کٹووائس میں منعقد ہوا جس میں تقریباً 200 ممالک نے شرکت کی۔ اجلاس میں دنیا کے درجہ حرارت میں کمی کے لیے طویل گفت وشنید کے بعد پیرس معاہدے پر عملدرآمد کے حوالے سے ایک معاہدے کی طرف بڑھنے کے امکانات نظر آرہے ہیں۔ مختلف زرائع کے مطابق کچھ مسائل پر اب بھی اختلاف ہیں جیسے کہ موسمی تبدیلی سے نمٹنے کے لیے امداد کس طرح حاصل ہوگی اور ممالک کی جانب سے گیسوں کے اخراج کو کرنے کے لیے کی

جانے والی کوششوں کی شفافیت کو کس طرح جانچا جائے گا۔ اس سال اجلاس میں شامل تمام ممالک کے درمیان 2015 کے پیرس معاہدے پر عملدرآمد کے لیے اتفاق ضروری ہے۔ یعنی تمام ممالک چاہے امیر ہوں یا غریب انہیں مل کر ایسے اقدامات پر متفق ہونا ہوگا جو بڑھتے ہوئے عالمی درجہ حرارت کو دو ڈگری سینٹی گریڈ سے نیچے محدود کرسکیں اور عالمی حدت کے اثرات کو روک سکیں۔ فیصلے کا مسودہ مسلسل تعطل کا شکار ہے کیونکہ مذاکرات کار ایک ایسی حکمت عملی کا تقاضا کررہے ہیں جس سے اخراج میں موثر کمی ہو اور اس سے غریب اور امیر ممالک کی معیشت کو تحفظ حاصل ہو۔ (ڈان، 16 دسمبر، صفحہ13)

موسمی بحران

- خشک سالی

اقوام متحدہ کے مطابق افغانستان کے مغربی علاقوں میں اس سال 275,000 افراد نے خشک سالی کی وجہ سے نقل مکانی کی ہے۔ اقوام متحدہ اور دیگر امدادی اداروں کی رپورٹ کے مطابق کچھ علاقوں میں کسانوں کے پاس فصلیں کاشت کرنے کے لیے بیج موجود نہیں ہیں اور مویشی خوراک نہ ملنے کی وجہ سے مررہے ہیں۔ افغانستان میں تقریبا 20 ملین افراد زرعی پیداوار پر انحصار کرتے ہیں جس میں اس سال خشک سالی کی وجہ سے 45 فیصد کمی دیکھنے میں آئی ہے۔ رپورٹ کے مطابق صوبہ بادغیس میں چارہ دستیاب نہ ہونے کی وجہ سے تقریباً 40 فیصد مال مویشی ختم ہوگئے ہیں۔ (دی ایکسپریس ٹریبیون، 12 ستمبر، صفحہ 9)

XI۔ غربت اور غذائی کمی

غربت

ایک مضمون کے مطابق 17 اکتوبر کو غربت کے خاتمے کا دن منایا گیا۔ یہاں یہ جاننا ضروری ہے کہ جنوبی ایشیا میں گزشتہ 25 سالوں میں معاشی بڑھوتری سے شدید غربت میں کمی ہوئی ہے۔ جنوبی ایشیا میں یومیہ 1.90 ڈالر سے کم آمدنی پر زندگی گزارنے والے غریب ترین افراد کی تعداد میں کمی آئی ہے۔ 1990 میں

یہ تعداد 536 ملین تھی جو 2013 میں 275 ملین ہوئی اور 2015 میں مزید کم ہوکر 216 ملین ہوگئی۔ جنوبی ایشیا میں 40 فیصد غریب افراد کی آمدنی میں سالانہ 2.6 فیصد ہوا ہے جو عالمی سطح پر آمدنی میں ہونے والے اوسط اضافے 1.9 فیصد سے زیادہ ہے۔ 2015 کے اندازوں کے مطابق بھارت میں غربت کے شکار افراد کی تعداد 176 ملین ہے جو دنیا میں مجموعی طور پر غریب افراد کی تعداد کا چوتھائی حصہ ہے۔ بھارت میں واضح طور پر شدید غربت کی شرح سب صحارا افریقہ کے مقابلہ میں کم ہے لیکن بھارت کی آبادی زیادہ ہونے کی وجہ سے وہاں غریب افراد کی تعداد سب سے زیادہ ہے۔ (ہارٹ وگ شیفرڈ، دی ایکسپریس ٹریبیون، 22 اکتوبر، صفحہ 20)

اقوام متحدہ کی عالمی غذائی تحفظ اور غذائیت پر جاری کردہ رپورٹ ''اسٹیٹ آف فوڈ سیکیورٹی اینڈ نیوٹریشن ان دی ورلڈ 2018'' کے مطابق دنیا میں بھوک کے شکار افرد کی تعداد بڑھ رہی ہے جو سال 2017 میں 820 ملین تک پہنچ گئی ہے۔ گزشتہ تین سالوں سے میں بڑھتی ہوئی بھوک ایک دہائی پہلے کی سطح پر واپس آرہی ہے۔ جنوبی امریکہ اور افریقہ کے زیادہ تر علاقوں میں صورتحال بدتر ہورہی ہے۔ تاہم ایشیا میں غذائی کمی میں گراوٹ کا رجحان واضح طور پر کم ہوتا نظرآتا ہے۔ رپورٹ میں کہا گیا ہے کہ موسمی تغیر بارشوں اور زرعی موسمی نظام کو متاثر کررہا ہے اور خشک سالی و سیلاب جیسے شدید موسمی حالات، تنازعات اور اقتصادی مندی بھوک میں اضافے کے بنیادی محرکات ہیں۔ (ڈان، 12 ستمبر، صفحہ 13)

غذائی کمی

ایک اخباری اداریے کے مطابق ایشیا اور پیسفک کے خطے میں غذائیت اور غذائی تحفظ سے متعلق اقوام متحدہ کے ادارے یونیسیف، عالمی غذائی پروگرام اور فاؤ کی رپورٹ ظاہر کرتی ہے کہ خطے میں 25 فیصد بچے نشو و نما میں کمی (اسٹنٹنگ) کا شکار ہیں۔ دنیا کے آدھے سے زیادہ غذائی کمی کے شکار بچے اسی خطے میں ہیں۔ خطے میں 14.5 ملین بچے موٹاپے کا شکار ہیں جس کی وجوہات میں صنعتوں میں تیار کردہ کھانے (پروسیسڈ

فوڈ)، گوشت اور ڈیری مصنوعات پر انحصار شامل ہے۔ اقوام متحدہ کے اداروں نے خبردار کیا ہے کہ اگر غذائی کمی کو نہ روکا گیا تو ایشیا پیسفک کے ممالک کی معیشت اور انسانی زندگیوں کو نقصان ہوگا۔ (اداریہ، دی ایکسپریس ٹریبیون، 4 نومبر، صفحہ 16)

XII۔ قدرتی بحران

بارشیں / طوفان

افریقی ملک ایتھوپیا کے جنوب مغربی دیہی علاقے میں شدید بارشوں کے نتیجے میں مٹی کے تودے گرنے سے کم از کم 12 افراد ہلاک ہوگئے ہیں جبکہ چار افراد زخمی ہیں۔ 10 افراد کی لاشیں نکال لی گئی ہیں اور بقیہ دو کی تلاش جاری ہے۔ ایتھوپیا میں بارشوں کے موسم میں مٹی کے تودے گرنے کے واقعات عام ہیں۔ (بزنس ریکارڈر، 5 ستمبر، صفحہ 6)

ایک خبر کے مطابق انڈونیشیا کے شہر کریٹا میں آتش فشاں پھٹنے سے آنے والے سونامی نے تباہی مچادی جس سے 222 افراد ہلاک جبکہ سینکڑوں زخمی ہوگئے ہیں۔ سرکاری حکام نے ہلاکتوں میں مزید اضافے کا خدشہ ظاہر کیا ہے۔ جنوبی سماٹرا اور مغربی جاوا کے ساحل سے ٹکرانے والی سونامی کی لہر سے سینکڑوں عمارتیں تباہ ہوگئی ہیں۔ انڈونیشیا اپنے جغرافیے کی وجہ سے زمین پر سب سے زیادہ آفات کے شکار ممالک میں سے ایک ہے جہاں زمین کی تہہ (ٹیکٹونک پلیٹس) آپس میں ٹکراتی ہیں۔ (ڈان، 24 دسمبر، صفحہ 1)

فلپائن کے شمالی علاقے میں طاقتور طوفان مینگ کھٹ (Mangkhut) نے تباہی مچادی۔ طوفان سے کم از کم تین افراد ہلاک ہوگئے۔ طوفان نے اپنا رخ جنوبی چین اور ہانگ کانگ کی طرف موڑ لیا ہے۔ فلپائن سے نکلتے وقت طوفانی ہواؤں کی رفتار 305 کلومیٹر فی گھنٹہ تک ریکارڈ کی گئی تھی۔ فلپائن کے سرکاری محکمہ کے مطابق امدادی کارروائیوں کے دوران دو امدادی کارکن ہلاک ہوگئے ہیں جبکہ پولیس کو دریا سے ایک شخص

کی لاش ملی ہے۔ (ڈان، 16 ستمبر، صفحہ 14)

سونامی

انڈونیشیا میں زلزلے اور سونامی سے مرنے والوں کی تعداد 832 ہوگئی ہے جس میں مزید اضافہ ہوسکتا ہے۔ آفات سے نمٹنے والے سرکاری ادارے کا کہنا ہے کہ تقریباً تمام اموات پالو میں ہوئی ہیں جہاں دو دن پہلے 1.5 میٹر اونچی سمندری لہریں شہر سے ٹکرائی تھیں۔ انڈونیشیا کے نائب صدر جوسف کالا (Jusuf Kalla) نے کہا ہے کہ ہلاکتیں ہزاروں میں ہوسکتی ہیں۔ (دی ایکسپریس ٹریبیون، 30 ستمبر، صفحہ 1)

انڈونیشیا میں آتش فشانی کی وجہ سے آنے والے سونامی سے 222 افراد ہلاک اور سینکڑوں زخمی ہوگئے ہیں۔ سونامی کی لہر جنوبی سماٹرا اور جاوا کے مغربی علاقے سے ''چائلڈ'' نامی آتش فشاں پھٹ پڑنے کے بعد ٹکرائی۔ سمندری لہر سے سینکڑوں عمارتیں تباہ ہوگئی ہیں۔ امدادی ادارے ملبے سے متاثرین کی تلاش کا کام کررہے ہیں۔ (ڈان، 24 دسمبر، صفحہ 1)

زلزلہ

مشرقی انڈونیشیا کے علاقے پاپوا (Papua) میں 6.1 میگنی ٹیوڈ شدت کا زلزلہ محسوس کیا گیا ہے تاہم سونامی کا انتباہ جاری نہیں کیا گیا۔ امریکی ارضیاتی سروے کے مطابق زلزلے کا مرکز صوبائی دارلحکومت جے پورہ سے 158 کلومیٹر دور 61 کلومیٹر کی گہرائی میں تھا۔ (بزنس ریکارڈر، 17 دسمبر، صفحہ 6)

XIII۔ مزاحمت

بھارت میں ہزاروں کسانوں اور زرعی مزدوروں نے بھارتی پارلیمنٹ کی طرف احتجاجی مارچ کیا ہے۔ کسان زرعی قرضے معاف کرنے اورفصلوں کی قیمتوں میں اضافہ کا مطالبہ کررہے ہیں۔ ملک بھر سے کسان

بسوں اور ریل گاڑیوں کے ذریعے نئی دہلی پہنچے ہیں۔ کسان تنظیموں کا کہنا ہے کہ دو دن پر مشتمل اس احتجاج میں 80,000 کسان شریک ہیں۔ گزشتہ دو دہائیوں میں 300,000 سے زائد کسانوں نے پانی کی کمی، فصلوں کی تباہی اور زرعی قرضہ واپس نہ کرپانے کی وجہ سے خودکشی کی ہے۔ بھارت کی تقریباً 55 فیصد آبادی بلواسطہ یا بلاواسطہ زراعت پر انحصار کرتی ہے جس کا مجموعی قومی پیداوار میں حصہ 15 فیصد ہے۔ (ڈان، 1 دسمبر، صفحہ14)

فرانس کے اہم شہروں میں ہزاروں افراد نے موسمی تبدیلی کے خلاف اقدامات کرنے اور فرانس کے مستعفی ہونے والے وزیر ماحولیات سے یکجہتی کے لیے مظاہرہ کیا ہے۔ پولیس کا کہنا ہے کہ تقریباً 18,500 مظاہرین موسمی تبدیلی کے خلاف عالمی مہم میں شامل ہونے کے لیے پیرس کی سڑکوں پر نکل آئے۔ (دی نیوز، 9 ستمبر، صفحہ9)

روٹس فار ایکوٹی کا تعارف

روٹس فار ایکوٹی ناانصافیوں کی شکار پسماندہ دیہی اور شہری آبادیوں کے ساتھ کام کرتی ہے جن میں چھوٹے اور بے زمین کسان، عورتیں اور مذہبی اقلیتیں شامل ہیں۔ ہمارا یقین ہے کہ پاکستان کی معاشی و سماجی ترقی حقیقی جمہوریت کے بغیر ممکن نہیں اور یہ تبدیلی آبادیوں کے متحرک ہوئے بغیر ناممکن ہے۔ یقیناً سماجی شعور اور سیاسی طور پر بیدار آبادیاں ہی اپنے لیے انصاف حاصل کرسکتی ہیں۔ روٹس فار ایکوٹی اس اصول پر سختی سے قائم ہے کہ وہ آبادیوں کے ساتھ مل کر سماجی، سیاسی، معاشی و ماحولیاتی انصاف کی جدوجہد میں اپنا حصہ ڈالے گی۔

ہمارا عزم

آبادیوں کو سماجی، سیاسی و معاشی اور ماحولیاتی انصاف کے حصول کے لیے مستحکم کرنا۔

ہماری منزل

ایک حقیقی جمہوری معاشرہ جو عوام کے استحصال، جبر اور ناانصافیوں سے مبرا ہو۔

حال احوال

روٹس فار ایکوٹی (Roots for Equity)
نے میزریور کے تعاون سے شائع کیا ہے۔

اے۔1، فرسٹ فلور، بلاک 2، گلشن اقبال، کراچی
فون : 00922134813320 فیکس: 00922134813321
بلاگ: http://rootsforequity.noblogs.org